قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

ایڈیٹر
عبدالسمیع خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

خالد

ربوہ

امان ۱۳۶۷ ہش

مارچ ۱۹۸۸ء

جلد ۳۵ شمارہ ۵

قیمت

ماہانہ ۲ روپے پچاس پیسے ٭ سالانہ پچیس روپے

ایڈیٹر عبدالسمیع خان

اس شمارہ میں

اس کے علاوہ

اور بہت کچھ

پبلشر: مبارک احمد خالد ٭ پرنٹر: قاضی منیر احمد ٭ مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد، دارالصدر جنوبی۔ ربوہ

اداریہ

تیاری کا آخری سال

۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء کو جماعت احمدیہ اپنی زندگی کے ۱۰۰ ویں سال میں داخل ہو رہی ہے ۹۹ سال کے اس طویل سفر میں جماعت کو جن حالات سے واسطہ رہا ہے وہ ایسے تو نہیں تھے جن میں زندگی پنپ سکتی ہو۔ یہ خدا ہی کا دستِ قدرت تھا جو موت سے زندگی پیدا کرتا رہا۔ وہی رحمان تھا جو گرتے ہوئے دلوں کو سنبھالتا اور ٹوٹتے ہوئے حوصلوں کو جوان کرتا رہا۔ اس کی رحمتوں اور فضلوں کا ایک حصار تھا جس میں کسی غیر کو داخلہ کی مجال نہیں تھی۔ ہر قدم پر بہت سی روکیں اور ہر موڑ پر بہت سی ناگہانی بلائیں منتظر تھیں مگر راستے کے ان کانٹوں نے قدموں کو روکنے کی بجائے اَور تیز کر دیا۔ یہ سب رُکاوٹیں پیچھے رہ گئیں اور قافلہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ جس کا کل سرمایہ اور زادِ راہ اگر کوئی ہے تو اپنے مولا کی محبت اور تشکر کے بے پایاں جذبے ہیں جو سینوں میں مچل رہے ہیں۔

یہی زادِ راہ ہے جس کے ساتھ ہم نے اگلے سال اپنی زندگی کی دوسری صدی میں داخل ہونا ہے ــــــ آنے والا سال اظہارِ تشکر کا سال ہے اور دُنیا کی عام روش سے ہٹ کر ایک منفرد اور انوکھی طرز پر منایا جائے گا۔ جو احمدیت کی مخصوص روایات کا آئینہ دار ہوگا۔

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حقیقی اظہارِ تشکر تو وہ کچھ بننے میں ہے جو خدا ہمیں بنانا چاہتا ہے۔ اور یقیناً اپنے بندوں سے اس کی توقعات بہت بلند ہیں۔

پس اپنے ان جذباتِ تشکر کو باعمل اور مؤثر قوت میں تبدیل کر دیں۔ کمرِ ہمت کس لیں اور جو بھی توفیق ہے اس کے مطابق سرگرمِ عمل ہو جائیں کہ یہ ہماری تیاری کا آخری سال ہے۔ یاد رکھیں ہم نے اِس صدی کی چوکھٹ سے سر اُٹھا کر داخل ہونا ہے سر جھکا کر نہیں۔ انشاء اللہ

جواہر پارے

سچّے دل سے توبہ کرو

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

استغفار کرتے رہو اور موت کو یاد رکھو۔ موت سے بڑھ کر اور کوئی بیدار کرنے والی چیز نہیں ہے۔ جب انسان سچّے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتا ہے۔ جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سچّے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے گناہ بخش دیتا ہے۔ پھر بندے کا نیا حساب چلتا ہے۔ اگر انسان کا کوئی ذرا سا بھی گناہ کرے تو وہ ساری عمر اس کا کینہ اور دشمنی رکھتا ہے اور گو زبانی معاف کر دینے کا بھی اقرار کرے لیکن پھر بھی جب اُسے موقع ملتا ہے تو اپنے اس کینہ اور عداوت کا اس سے اظہار کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ ہی ہے کہ جب بندہ سچّے دل سے اس کی طرف آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا اور رجوع بہ رحمت فرماتا ہے۔ اپنا فضل اس پر نازل کرتا ہے اور اس گناہ کی سزا کو معاف کر دیتا ہے۔ اس لئے تم بھی اب ایسے ہو کر جاؤ کہ تم وہ ہو جاؤ جو پہلے نہ تھے۔ نماز سنوار کر پڑھو۔ خدا جو یہاں ہے وہاں بھی ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ جب تک تم یہاں ہو تمہارے دلوں میں رقّت اور خدا کا خوف ہو اور جب پھر اپنے گھروں میں جاؤ تو بے خوف اور نڈر ہو جاؤ۔ نہیں بلکہ خدا کا خوف ہر وقت تمہیں رہنا چاہیئے۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو کہ اس سے خدا تعالیٰ راضی ہو گا یا ناراض۔ نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز اس لیئے نہیں کہ ٹکریں ماری جاویں یا مُرغ کی طرح کچھ ٹھونگیں مار لیں۔ بہت سے لوگ ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی کے کہنے سُننے سے نماز پڑھنے لگتے ہیں یہ کچھ نہیں۔ نماز خدا تعالیٰ کی حضوری ہے اور خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے اور اس سے اپنے گناہوں کے معاف کرانے کی مرکّب صورت کا نام نماز ہے۔ اُس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی جو اس غرض اور مقصد کو مدّ نظر رکھ کر نماز نہیں پڑھتا۔ پس نماز بہت ہی اچھی طرح پڑھو۔ کھڑے ہو تو ایسے طریق سے کہ تمہاری صورت صاف بتا وے کہ تم خدا تعالےٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں دست بستہ کھڑے ہو اور جھکو تو ایسے جس سے صاف معلوم ہو کہ تمہارا دل جھکتا ہے۔ اور سجدہ کرو تو اُس آدمی کی طرح جس کا دل ڈرتا ہے۔ اور نمازوں میں اپنے دین اور دنیا کے لیئے دعا کرو۔

(الحکم جلد ۶ صـ۵ ۳۱ / مئی ۱۹۰۲ء)

حضرت امام جماعت احمدیہ کے خطبات کا خلاصہ

خطبہ جمعہ ۵ فروری ۱۹۸۸ء

حضور ایدہ اللہ نے اپنے دورۂ مغربی افریقہ کے دوران ۵ فروری ۱۹۸۸ء کو نماز جمعہ آئیوری کوسٹ کے دارالحکومت ابی جان میں واقع البیت الاقصیٰ میں پڑھائی اس سے پہلے خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا :-

میں اس ملک کے باشندوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ بندوں کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا یہاں جماعت کی تعداد کم ہونے کے باوجود یہ بیت الذکر بھری ہوئی نظر آرہی ہے۔ افریقن لوگوں کے بارہ میں حضور نے فرمایا کہ افریقن لوگ خدا سے بہت محبت کرنے والے، سچائی کو جلد قبول کرنے والے اور تعصب سے پاک ہیں جس کی وجہ سے میں ان کا مستقبل روشن دیکھتا ہوں۔ اس قوم کا کردار بنانے میں ان کے معزز صدر کی ذاتی شرافت کا بڑا دخل ہے جو نہ خود متعصب ہیں اور نہ ہی تعصب کی اجازت دیتے ہیں۔ انہیں خدائے واحد سے سچا پیار ہے اور خدا کے نام پر فساد اور قتل و غارت پسند نہیں کرتے۔ صدرِ مملکت سے پینتالیس منٹ کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ان سے ملاقات بہت دلچسپ رہی۔ اس ملاقات کے دوران انہوں نے ملکی امن اور باہمی اخوت کا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ ہمارے ہاں ایک گاؤں میں عیسائیوں اور مسلمانوں نے مل کر گرجا اور مسجد بنائی ہے جس سے اس ملک کے لوگوں میں باہمی اخوت کا پتہ چلتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے میں خود بھی بہت متاثر ہوا ہوں۔ حضور نے فرمایا میں اس ملاقات کے دوران اس مہربان صدرِ مملکت کی درازئ عمر اور کارآمد زندگی کے لیئے دعا کرتا رہا اور تمام احمدیوں کو ان کے لیئے دعا کی تلقین کرتا ہوں۔

حضور نے فرمایا کہ افریقن ملکوں کے دورہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ افریقہ کو محض روحانی، مذہبی اور اخلاقی مدد کی ضرورت نہیں بلکہ ہر قسم کی مدد کی ضرورت ہے اور خاص طور پر اقتصادی راہنمائی کی۔ کیونکہ امیر قومیں ان کی سادگی کی وجہ سے ان کو لوٹتی ہیں اور یہاں کے جو لوگ تعلیم یافتہ ہیں وہ مغربی تہذیب کے نشے میں مست ہیں۔ یہاں تک کہ طرزِ زندگی اور روزمرہ استعمال کی چیزیں بھی مغربی ملکوں سے درآمد شدہ ہوتی ہیں۔ اس قسم کی عادات بدعنوانی اور رشوت ستانی کو جنم دیتی ہیں جو سارے ملک

کے لیئے نقصان دہ ہو جاتی ہے۔ امیر ملک ایسے بددیانت سیاسی افراد اور افسران سے فائدہ اُٹھا کر غریب ملکوں میں اپنے مفاد کے لیئے داخل ہوتے ہیں اور ان کو اپنی غلامی میں لے آتے ہیں۔ اور یہی وہ خطرہ ہے جو افریقی ممالک پر تلوار کی طرح لٹک رہا ہے۔ اس لیئے ایک مذہبی سربراہ کی حیثیت سے مَیں احمدیوں کو کہتا ہوں کہ اس خطرہ کے موقع پر ان ممالک کی مدد کے لیئے تیار ہو جائیں۔ مَیں یہ بات اس لیئے نہیں کہتا کہ مَیں مغربی قوموں کا دشمن ہوں مَیں تو کسی کا بھی دشمن نہیں بلکہ خدا کے ہر بندے سے محبت کرتا ہوں۔ لیکن مَیں یہ بات غریبوں کی محبت کی وجہ سے کہتا ہوں۔ اس لیئے ہر ممکن کوشش کریں کہ افریقن قوم اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے۔ ان خطرات سے لوگوں کو بچائیں اور انہیں ان خطرات سے آگاہ کریں۔

احبابِ جماعت کو تحریک کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ہر علم کے ماہرین جو ان ملکوں کے اقتصادی حالات بدل سکتے ہیں مجھے لکھیں۔ یا تو وہ اپنے خرچ پر ان کا دورہ کریں یا پھر وقت دیں تو جماعت ان کو خرچ مہیا کرے گی۔ اور یہ لوگ اپنے پیسے سے نہیں بلکہ اپنے علم سے ان کی خدمت کریں گے اور پھر واپس چلے جائیں گے۔

خطبہ کے آخر پر حضور نے تمام مقامی اور غیر ملکی احباب کا شکریہ ادا کیا۔ خصوصاً خدام کا۔ فرمایا کہ یہ دوسروں کے لیئے نمونہ ہیں۔ اللہ ان کو جزا دے۔ ہمیشہ ان کا ساتھی رہے۔ اور آپ سب کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرے۔

خطبہ جمعہ ۱۲؍فروری ۱۹۸۸ء

حضور نے ۱۲؍فروری ۱۹۸۸ء کو نماز جمعہ مغربی افریقہ کے ملک غانا کے شہر سالٹ پانڈ میں پڑھائی اور نماز سے قبل خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ جماعت احمدیہ غانا نے حضور کی آمد پر جلسہ سالانہ کا اہتمام کیا تھا۔ جمعہ کے روز جلسہ کا دوسرا اور آخری دن تھا۔ اس جلسہ کا اختتام حضور کے خطبہ جمعہ پر ہوا۔ حضور نے فرمایا:۔

آج پروگرام کے مطابق جمعہ کے بعد جماعت احمدیہ غانا کے جلسہ سالانہ کا اختتامی اجلاس ہونا تھا لیکن وقت کی کمی کے پیش نظر مَیں نے امیر صاحب سے کہا کہ جمعہ کے خطاب کو ہی اختتامی خطاب سمجھ لیا جائے۔

حضور نے فرمایا کل صبح یہاں آنے سے قبل مجھے غانا کا ایک تاریخی قلعہ دیکھنے کا موقعہ ملا۔ مجھے قلعہ کے وہ تاریخی مقامات دکھلائے گئے جہاں آج بھی گزشتہ صدیوں کی تاریخ ثبت ہے۔ سترھویں صدی سے لے کر آج جبکہ بیسویں صدی ختم ہو رہی ہے، مختلف یورپین قوموں نے غانا کے باشندوں سے جو سلوک کیا اور ان پر جو دردناک مظالم ڈھائے اُن کی ساری داستان اس قلعہ پر رقم ہے۔ حضور نے غانا کے باشندوں پر کیئے جانے والے مظالم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ غانا کے باشندوں کے جسموں کو بھی غلام بنایا گیا۔ اور بظاہر آزادی کا نعرہ لگانے والے پادریوں نے ان کی رُوحوں کو بھی غلام بنایا۔ حتیٰ کہ ان کی سیاست اور ان کے معاشرہ کو بھی غلام بنا لیا گیا۔

حضور نے فرمایا اس ملک کی تاریخ میں اس صدی کے آغاز میں ایک اَور واقعہ رونما ہوا جو باہر سے آنے والی ایک قوم سے تعلق رکھتا تھا یعنی جماعتِ احمدیہ سے۔ جماعت احمدیہ بھی غانا میں یہی دعویٰ لے کر آئی کہ ہم تمہاری روحوں کو آزاد کرانا چاہتے ہیں، ہم تمہاری تعلیم کا انتظام کریں گے، اور تمہارے بدنوں کو صحت دیں گے۔ لیکن ان دونوں تاریخ ساز

مہمات میں عظیم الشان فرق دکھائی دیتا ہے۔ افریقہ میں آنے والی دوسری قوموں کی طرح جماعت احمدیہ کے ساتھ نہ تیر و تفنگ آئے نہ توپیں آئیں اور نہ ہی کوئی حکومت اُسے اپنے سایہ تلے لے کر آئی بلکہ جماعت احمدیہ غریبوں کی جماعت بن کر یہاں آئی۔ وہ یہاں کے لوگوں کو روحانی دولت بخشتی رہی۔ اس نے اِن لوگوں کو تعلیمی دولت بھی عطا کی اور ان کے جسموں کی صحت کے لئے بھی وہ کوشاں رہی۔ لیکن اس کے بدلے میں اس نے ایک پیسہ بھی غانا سے لے کر باہر نہیں بھجوایا۔ جماعت احمدیہ کے ساتھ اُن تاجروں کے گروہ نہیں آئے جو اِس ملک کا سونا کوڑیوں کے مول لے کر اپنے ملک کی زینت بڑھاتے رہے بلکہ جماعت احمدیہ کی تاریخ ان سے بالکل مختلف نظارے پیش کرتی ہے۔ اِس ضمن میں حضور نے غانا میں کام کرنے والے ابتدائی مربیان کے حالات کا ذکر کیا اور بتایا کہ انہوں نے کس طرح تکالیف اُٹھا کر اور مصائب برداشت کر کے یہاں کام کیا۔ اُن پر ظلم کیا گیا۔ تمام دنیا کی طاقتیں اور چرچ کی طاقتیں ان کے مقابل پر ایک عظیم قلعہ اور دیوار کی طرح حائل ہو گئیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ جب برٹش پارلیمنٹ اور عالمی چرچ کونسل نے منصوبہ بنایا کہ افریقہ کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گرجوں، سکولوں اور ہسپتالوں کا جال بچھا دیا جائے تاکہ سارا افریقہ عیسائیت کے قبضے میں آ جائے۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ دُنیا کے دانشور یہ اعلان کر رہے تھے کہ جماعت احمدیہ کی یہ کوشش کہ افریقہ کو عیسائیت کے چنگل سے نجات بخشے ایک احمق کا خواب ہے، ہم اسے ناکام کر دیں گے۔ حضور نے فرمایا دیکھو آج غانا میں احمدیوں کا یہ مجمع اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی نصرت آسمان سے آتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اُسے روک نہیں سکتی اور خدا اپنے بندوں کو کامیاب کر کے دکھاتا ہے۔

حضور نے فرمایا میں نے غور کیا تو مجھے دکھائی دیا کہ افریقہ کی روحانی آزادی کا سوال کیا ابھی تو ان کی جسمانی غلامی کے دن بھی پورے نہیں ہوئے صرف غلامی کے نام بدل دیئے گئے ہیں۔ اور زنجیریں تبدیل کر دی گئی ہیں حقیقت یہ ہے کہ آج بھی افریقہ غلامی کی زنجیروں میں اُسی طرح جکڑا ہوا ہے جس طرح سو سال پہلے تھا۔ پہلے افریقہ کی دولت، اقتدار اور طاقت کے بل بوتے پر لوٹی جا رہی تھی اب وہ دولت مالی نظام کے چنگل میں جکڑ کر لوٹی جا رہی ہے۔ افریقہ آج بھی بے اختیار اور بے بس ہے اور غیر قوموں کا محتاج ہے۔ آج افریقہ کو ایک طرف تو سفید ہاتھ لُوٹ رہا ہے اور دوسری طرف اپنا سیاہ ہاتھ بھی لوٹ رہا ہے۔

حضور نے فرمایا افریقہ کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے لیے اپنی ہستی کی شناخت کرنا ہوگی اور دعاؤں سے مدد مانگنی پڑے گی۔ اس کے علاوہ اس کی نجات کا کوئی چارہ نہیں۔ مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ غلامی کی اِس رات کو جو صدیوں سے اہلِ افریقہ پر طاری ہے جماعت احمدیہ ٹلانے کی ہر ممکن کوشش کرے گی۔ لیکن جب تک دلوں میں روشنی پیدا نہ ہو رات ٹل نہیں سکتی۔ خدا اس کوشش کو کامیاب فرمائے۔ مجھے امید ہے کہ دنیا کی تمام جماعتیں جب کوشش کریں گی اور دُعا کریں گی تو افریقہ کو روحانی آزادی ہی نہیں بلکہ جسمانی اور اقتصادی آزادی بھی جماعت کی کوششوں کے ذریعہ عطا ہوگی۔ وہ تمام منصوبے جو میرے ذہن میں خدا تعالیٰ پیدا فرما رہا ہے یہاں اس کی تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں۔ خدا تعالیٰ میرے دل میں نئی نئی کھڑکیاں کھول رہا ہے۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ ان پر ضرور چلے گی کیونکہ یہ ایک فدائی جماعت ہے اور امام جماعت کی آواز پر لبیک کہنے والی ہے ⁂

مہمان نوازی کی اعلیٰ قدریں

اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا شاندار نمونہ

مکرم بشیر احمد خان صاحب رفیق۔ لندن

★ ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہو گئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب اُسے کوئی بستی دکھائی نہ دی۔ وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اس درخت کے اوپر ایک پرندے کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو یہ مسافر جو آشیانے کے نیچے زمین پر آ بیٹھا ہے یہ آج رات ہمارا مہمان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اس کے ساتھ اتفاق کیا۔ اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے۔ اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ توڑ کر نیچے پھینک دیں۔ تاکہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا۔ اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں اور تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا تب درخت پر اس پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہیئے کہ اسے کچھ کھانے کو بھی دیں۔ اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر ہمیں بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔

مہمان نوازی کا حق ادا کرنے میں جان سے بھی گزرنا پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔ اس عظیم اصول پر مبنی یہ دردناک قصہ میری تخلیق نہیں ہے۔ یہ خوبصورت اور مہمان نوازی کا حق ادا کرنے میں بلند ترین چوٹی پر پہنچا ہوا معیار بیان کرنے کا یہ واقعہ اس پاک جوڑے کے درمیان بیان ہوا جس کے اراکین حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور حضرت امّاں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا ہیں۔ اور اس قصے کو بیان کرنے کا محرک کیا بنا یہ دلچسپ داستان حضور کے ایک مرید باصفا حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے یوں بیان فرمائی ہے۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں:۔

"جب میں ۱۹۰۵ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لایا اُس وقت میرے دو بچے محمد منظور عمر

۵ سال اور عبدالسلام عمر ایک سال تھے۔
حضرت اقدس نے مجھے وہ کمرہ رہنے کے واسطے دیا۔ جو حضور کے اُوپر والے مکان میں حضور کے رہائشی صحن اور کوچہ بندی کے اوپر والے صحن کے درمیان تھا۔ اس میں صرف دو چھوٹی چارپائیاں بچھ سکتی تھیں۔ چند ماہ ہم وہاں رہے۔ اور چونکہ ساتھ ہی برآمدہ اور صحن میں حضرت اقدس مع حضرت اماں جان رہتے تھے اس واسطے حضور کے بولنے کی آواز سُنائی دیتی تھی۔
ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے۔ جن کے واسطے حضرت سیّدہ حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے اب ان کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اس وقت حضرت اقدس نے اکرام ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا قصہ سنایا۔ حضرت مفتی صاحب بیان کرتے ہیں کہ "چونکہ میں بالکل ملحقہ کمرہ میں تھا اور کوارٹروں کی ساخت پرانے طرز کی تھی جن کے اندر آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی تھی اس واسطے میں نے اس سارے قصّے کو سُنا" (بحوالہ ذکرِ حبیب مؤلفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ص۳۸)
حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے ایک ایسا واقعہ تاریخ کے صفحات میں ہمیشہ کے لئے نقش کر چھوڑا ہے کہ اس کو جب بھی دوہرایا جائے آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک خطبہ میں ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز جب حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی مہمان نوازی کا یہ بے مثال واقعہ سُنا رہے تھے تو شدّتِ جذبات سے حضور کو بات کرنی مشکل ہو رہی تھی اور حضور کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئی تھیں۔
حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر بہت سے آدمی آئے جن کے پاس کوئی پارچہ سرمائی نہ تھا۔ ایک شخص نبی بخش نمبردار ساکن بٹالہ نے اندر سے لحاف بچھونے منگوانے شروع کئے اور مہمانوں کو دیتا رہا۔ حضرت منشی صاحب عشاء کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ حضور نے ایک ایک کر کے سب گرم کپڑے مہمانوں میں تقسیم کر دیئے ہیں۔ اپنے بچوں کے کپڑے بھی باقی نہیں رکھے۔ چنانچہ ایک صاحبزادہ جو غالباً حضرت مرزا محمود احمد صاحب تھے ان کی سردی دُور کرنے کے لیے اپنا ایک بڑا سا چوغہ جسے شتری چوغہ کہتے تھے صاحبزادہ کو اوڑھا رکھا ہے اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سردی دور کرنے کے لیے بغلوں میں ہاتھ دیئے بیٹھے ہیں۔
زبان کو تاب نہیں کہ اس کیفیت کی منظر کشی کر سکے۔ الفاظ میں وہ قوّت نہیں کہ اس نظارے کی تصویر کھینچ سکیں۔ اللہ کا وہ محبوب بندہ شدید سردی میں صرف اپنے مہمانوں کو آرام دینے کے لیے ٹھٹھر رہا تھا۔
حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے یہ حال دیکھا تو دریافت کیا اور پتہ چلا کہ حضور نے اپنا لحاف طلب کرنے پر مہمانوں کے لیے بھیج دیا۔ انہوں نے عرض کی حضور کے پاس کوئی پارچہ نہیں رہا اور سردی بہت ہے۔ حضور نے کمال بے پرواہی سے فرمایا "مہمانوں کو

تکلیف نہیں ہونی چاہیئے۔ اور ہمارا کیا ہے رات گزر جائے گی ۔"

منشی صاحب بیان کرتے ہیں نیچے آکر میں نے نبی بخش نمبر دار کو بہت بُرا بھلا کہا کہ تم حضرت صاحب کا لحاف بھی لے آئے ۔ وہ شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ جس کو دے چکا ہوں اُس سے کس طرح واپس لوں ۔ حضرت منشی صاحب حضور کی محبّت سے مغلوب ہو کر کسی طرح سے ایک لحاف لے گئے اور جا کر حضور کی خدمت میں پیش کیا ۔ حضور نے جب لحاف دیکھا تو فرمایا "کسی اَور کو دے دو ۔ مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آیا کرتی ۔" حضرت منشی صاحب نے اصرار کیا اور جس قدر محبت حضرت منشی صاحب کو حضور سے تھی اس کے پیشِ نظر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح بار بار اور کس شدت و لجاجت سے اصرار کیا ہوگا کہ حضور کسی طرح لحاف قبول فرمالیں مگر منشی صاحب کا بیان ہے کہ حضور نے میرے اصرار پر بھی نہ لیا اور فرمایا "کسی مہمان کو دے دو ۔" چنانچہ منشی صاحب تھک ہار کر لحاف لے کر واپس آگئے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضور بھانپ گئے تھے کہ لحافوں کی قلّت ہے اور یہ کسی کی ضرورت کا ہے جس نے حضور کی خاطر دے دیا ہے ۔ حضور کو اس نادیدہ مرید کی بھی اس قدر خاطر منظور تھی کہ باوجود اصرار کے وہ لحاف (بچھونا قبول نہ کیا اور

ساری رات بغلوں میں ہاتھ دیکر گزار دی ۔

مہمان نوازی کے ضمن میں حضور کی پاک سیرت میں نہایت سادگی اور کمال بے تکلّفی کی نہایت ایمان افروز اور دلگداز جھلکیاں ملتی ہیں ۔ حضور بے تکلّفی کا انداز خود بھی پسند فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے ۔ ایک دفعہ نہایت سادگی سے فرمایا :۔

"چونکہ آدمی بہت ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ کسی کی ضرورت کا علم نہ ہو اسلیئے ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ جس شے کی اُسے ضرورت ہو وہ بلا تکلف کہہ دے ۔ اگر کوئی جان بوجھ کر چھپاتا ہے تو وہ گناہگار ہے ۔ ہماری جماعت کا اصول ہی بے تکلّفی ہے ۔"

(ملفوظات جلد ہفتم صـ۱۰۲ـ)

چنانچہ حضور نے یہاں تک فرمانے پر ہی اکتفاء نہ فرمایا بلکہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی روایت فرماتے ہیں کہ :۔

"آپ کی عادت تھی کہ مہمانوں کے لیئے دوستوں سے پوچھ پوچھ کر عمدہ سے عمدہ کھانے پکواتے تھے کہ کوئی عمدہ کھانا بتاؤ جو دوستوں کے لیئے پکوایا جائے ۔"

(روایاتِ ظفر)

چنانچہ اس بارہ میں ایک نہایت لذیذ کھانے کا ذکر حضور کی سیرت طیبہ کی ورق گردانی سے ملتا ہے ۔ حضور کے ایک قریبی رفیق حضرت میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی کے والد محترم حضرت حکیم حسام الدین صاحب سیالکوٹی کو ایک بار حضور نے یاد فرمایا ۔ وہ ضعیف العمر آدمی تھے ۔ ان کو بلا کر ارشاد فرمایا "میر صاحب کوئی عمدہ کھانا بتلایئے جو مہمانوں کے لیئے پکوایا جائے ۔" معلوم یہ ہوتا ہے کہ حضور کو حضرت میر حسام الدین صاحب کے بارے میں علم تھا کہ یہ اچھے کھانوں کے بارے میں بھی اور انہیں پکانے کے بارے میں بھی جانتے ہیں ۔ اس طرح سے حضور نے گویا EXPERT OPINION طلب کی ۔ یعنی سرِراہے کسی سے نہیں پوچھا بلکہ ایسے شخص سے پوچھا جو اس میدان کا ماہر تھا ۔ چنانچہ یہی ہوا ۔ حضرت

میر حسام الدین صاحب نے جواب دیا "حضور! مَیں شب دیگ عمدہ پکوانی جانتا ہوں۔" حضور کو جب اپنے حسب منشاء جواب مل گیا تو فوراً ارشاد فرمایا "بہت اچھا" یہ فرما کر ایک مٹھی روپوں کی نکال کر اُن کے آگے رکھ دی۔ اُنہوں نے بقدرِ ضرورت روپے اُٹھا لیے اور بہت سے شلغم منگوائے۔ اور چالیس پچاس کے قریب کھونٹیاں لکڑی کی بنوائیں۔ پھر شلغم چھلوا کر کھونٹیوں سے لگوانے شروع کئے۔ اور ان میں مصالحہ اور زعفران وغیرہ ایسی چیزیں بھروائیں۔ پھر وہ دیگ پکوائی جو واقعہ میں بہت لذیذ تھی۔ حضور بھی اس کی لذت سے نہایت خوش ہوئے۔ مہمانوں کو کھلائی گئی تو سبھی نے اس سے خوب لذت حاصل کی۔ (روایاتِ ظفر)

مہمانوں کی دلداری کے اِس واقعہ سے ملتا جلتا ایک اُور واقعہ بھی حضور کے اِنہی پیارے رفیق حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں قادیان میں بیت المبارک سے ملحق کمرے میں ٹھہرا کرتا تھا۔ مَیں ایک دفعہ سحری کھا رہا تھا حضور تشریف لائے۔ دیکھ کر فرمایا "آپ دال سے روٹی کھا رہے ہیں؟" اُسی وقت منتظم کو بُلایا اور فرمانے لگے کہ آپ سحری کے وقت دوستوں کو ایسا کھانا دیتے ہیں؟ یہاں ہمارے جس قدر احباب ہیں وہ سفر میں نہیں۔ اس کے بعد حضور نے حکم جاری فرمایا:-

ہر ایک سے دریافت کرو کہ ان کو کیا کیا چیز کھانے کی عادت ہے اور وہ سحری میں کیا کیا چیز پسند کرتے ہیں۔ ویسا ہی کھانا ان کے لیے تیار کیا جائے۔

چنانچہ روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کے اِس ارشاد کی فوری تعمیل کی گئی۔ فوری طور پر بہتر کھانا تیار کیا گیا اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ منتظم میرے لیے اُور کھانا لایا۔ اس وقت اگرچہ منشی صاحب کے بیان کے مطابق کچھ تو وہ کھا بھی چکے تھے اور اذان بھی ہو گئی تھی۔ اس لیے اُنہوں نے تازہ آمدہ کھانا کھانے میں ہچکچاہٹ کی۔ مگر حضور نے پھر فرمایا کہ "اذان جلد دے دی گئی ہے اِس کا خیال نہ کرو۔"

اِس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور کو اپنے مہمان کا کِس قدر خیال تھا کہ محض ہدایت دے کر تشریف نہیں لے گئے بلکہ نیا کھانا تیار کروا کے یہ بھی اطمینان کرنا ضروری خیال فرمایا کہ کیا اس ہدایت کی تعمیل ہو گئی ہے اور پھر یہ بھی کہ کیا مہمان نے بہتر کھانا کھا بھی لیا ہے؟

مہمانوں کی دلداری کا اِسی قسم کا ایک اُور خصوصی واقعہ وہ بھی ہے جس کا ذکر ہندوستان کے مشہور و معروف شعلہ نوا خطیب حضرت مولوی حسن علی صاحب نے حضور کی غلامی میں آنے کے بعد کیا۔ اور کون جانتا ہے کہ ہندوستان کی اس معروف شخصیت کا دل جیتنے میں مہمان نوازی کے اِس واقعے کا کتنا دخل رہا ہو۔ حضرت مولوی حسن علی صاحب نہایت شعلہ بیان مقرر اور نہایت اچھے قلمکار تھے۔ ان کی اپنی تحریر سے یہ پُرلطف واقعہ اُنہی کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ وہ ۱۸۸۷ء میں حضور کی ملاقات کیلئے قادیان تشریف لائے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:-

"مرزا صاحب کی مہمان نوازی کو دیکھ کر مجھے تعجب سا گزرا۔ ایک چھوٹی سی بات لکھتا ہوں جس سے سامعین ان کی مہمان نوازی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مجھ کو پان کھانے کی بُری عادت تھی۔ امرتسر میں تو مجھے پان ملا لیکن بٹالہ میں مجھ کو پان کہیں نہ ملا۔ ناچار الائچی وغیرہ کھا کر صبر کیا۔ میرے امرتسر کے ایک دوست نے

کمال کیا کہ حضرت میرزا صاحب سے نہ معلوم کس وقت میری اس بُری عادت کا تذکرہ کر دیا۔ جناب میرزا صاحب نے گورداسپور ایک آدمی کو روانہ کیا۔ دوسرے دن گیارہ بجے کے وقت جب مَیں کھانا کھا چکا تو پان موجود پایا۔

سولہ کوس سے پان میرے لیۓ
منگوائے گئے ـــــ !!

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب حضور کے نہایت ہی پیارے اور محترم رفیق تھے۔ حضور کی تیز نظر کس فراست ذہانت اور دکاوت سے اپنے پیارے مہمانوں کی خدمت کے لیۓ نگران رہتی تھی کہ کوئی طاقتور سے طاقتور کمپیوٹر بھی ایسی باریکی سے نظر نہ رکھ سکے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک بار دسترخوان پر نظر دوڑا کر اچار کا نام لیا۔ مولوی صاحب کے مُنہ سے یہ لفظ ادا ہی ہوا تھا کہ حضور فوراً کھانا چھوڑ کر اُٹھے اور اندرون خانہ جا کر اچار لے آئے۔ اور حضرت مولوی صاحب کے آگے رکھ دیا۔ چھوٹی سی بات ہے مگر مہمان کی دلداری کا نقطۂ نظر سامنے رکھیۓ تو کتنی پُر لطف اور پُرکشش بات بنتی ہے۔

اس بات کا جو اہم پہلو خصوصی طور پر بیان کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ جونہی حضور کو احساس ہوتا ہے کہ دسترخوان پر کسی چیز کی کمی ہے حضور فی الفور کھانا چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور یوں جیسے کوئی ادنیٰ آدمی کسی محترم شخص کے لیۓ فوراً اُٹھ کھڑا ہوتا ہے یوں اندر جا کر مطلوبہ چیز لاتے ہیں۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں۔ غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہوگا۔ مَیں قادیان آیا تو مجھے حضرت صاحب نے بیت مبارک میں بٹھایا جو اُس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا آپ بیٹھیۓ مَیں آپ کے لیۓ کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے۔ مگر چند منٹ بعد کھڑکی کھلی تو مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ میں سینی اُٹھائے ہوئے میرے لیۓ کھانا لائے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا:۔

"آپ کھانا کھائیۓ مَیں پانی لاتا ہوں"

حضور کی یہ بے مثال شفقت اور اکرام ضیف کا یہ بے مثال مظاہرہ دیکھ کر بے اختیار ان کے آنسو نکل آئے کہ حضور ہمارے مقتدا اور پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں۔ تو ہماری زندگیوں کا انداز کیسا ہونا چاہیۓ۔
(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ ۳۲)

شاید کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ حضرت مفتی صاحب حضور کے نہایت چہیتے رفیق تھے اور ایک بار حضور نے حضرت مفتی صاحب کی والدہ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ آپ کو اپنے بیٹے سے جس قدر محبت ہے ہمیں اُس سے زیادہ مفتی صادق صاحب سے محبت ہے۔ اس لیۓ حضور نے ازراہِ محبت یہ شفقت فرمائی ہو۔ چنانچہ مَیں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کا واقعہ بیان کرتا ہوں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وفات کے وقت حضرت چوہدری صاحب کی عمر چودہ پندرہ سال تھی اور یہ حضور کی وفات سے چند سال قبل کا واقعہ ہے یعنی چوہدری صاحب کی عمر ۱۲/۱۳ سال کی ہوگی۔ اور چوہدری صاحب نے ایک اور جگہ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ انہیں اس بات کا یقین

نہیں ہے کہ حضور انہیں پہچانتے تھے یا نہیں۔ حضرت چوہدری صاحب فرماتے ہیں :-

"ایک دن دوپہر کے وقت ہم بیت مبارک میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ کسی نے اس کھڑکی کو کھٹکھٹایا جو کوٹھڑی سے بیت مبارک میں کھلتی تھی۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ خود تشریف لائے ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک طشتری ہے جس میں ایک ران بھنے ہوئے گوشت کی ہے۔ وہ حضور نے مجھے دی اور حضور خود واپس اندر تشریف لے گئے۔ اور ہم نے بہت خوشی سے اسے کھایا۔"

حضرت چوہدری صاحب فرماتے ہیں اس شفقت اور محبت کا اثر اب تک میرے دل میں ہے اور جب بھی اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو میرا دل خوشی اور فخر کے جذبات سے لبریز ہو جاتا ہے۔

حضور کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ جہاں کوئی دوست آیا آپ کا چہرہ خوشی سے پھول کی طرح کھل گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ ہر وقت مہمانوں کی آمد کیلئے چشم براہ رہتے ہیں۔ جب بھی کوئی مہمان آتا غریب ہو یا امیر آپ کے دل کی کلی شگفتہ ہو کر پھول کی طرح کھل اُٹھتی تھی۔ آپ مہمان کے آنے پر ہر رنگ میں دلی خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ اس کے متعلقین کی خیریت دریافت فرماتے۔ جو کچھ وہ عرض کرتا بڑی توجہ سے سُنتے۔ ہر ممکن طریق سے آنے والے مہمان کو آرام پہنچانے کی فکر میں لگ جاتے تھے۔ جو خدام مہمان نوازی کے کام پر متعین ہوتے تھے اُن کو بار بار فرماتے کہ مہمانوں کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہ رہ جائے ــــ اگر کسی دوست نے کچھ عرصہ قیام کرنا ہوتا تو اس سے دریافت فرماتے کہ گھر میں وہ کیا کیا کھانے کھاتے ہیں تاکہ ان کی عادت کے مطابق خوراک کا انتظام کروا سکیں۔ مدّتوں حضور زنان خانے سے باہر آکر دوستوں کے ہمراہ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے رہے۔ لیکن دراصل یہ ساتھ کھانا کھانے کی غرض کم اور خدمت کی غرض زیادہ رکھتا تھا۔ چنانچہ کھانے کے دوران خود اُٹھ اُٹھ کر گرم چپاتی اندر سے لے آتے۔ کسی دوست کی خواہش کے اظہار پر اچار مربّہ اندر سے لے آتے۔

اس ضمن میں ایک چھوٹا سا واقعہ ہیرے کی طرح دمکتا نظر آتا ہے۔ کوئی میرے دل سے پوچھے تو ہیرے جواہرات کی آب و تاب تو اس چھوٹے سے واقعے کے سامنے مٹی کے بے حقیقت ٹکڑوں کی رہ جاتی ہے۔

ذکر ہو رہا ہے اس بات کا کہ حضور جو دوستوں کے ساتھ کھانا کھاتے تھے تو مقصود دوستوں کو کھلانا ہوتا تھا۔ چنانچہ ایک دوست حافظ عظیم بخش صاحب پٹیالوی آنکھوں سے نابینا تھے مگر ان کی نابینائی بھی کیا تھی کہ ہزاروں آنکھوں کی بینائیاں انکی خوش قسمتی پر قربان۔ وہ ذکر کیا کرتے تھے کہ حضرت اقدس مجھے اپنے ہاتھ سے لقمہ بنا کر دیتے اور میں کھاتا تھا۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ ایک معمولی نابینا رفیق ہے اور اس کو مہمان سمجھتے ہوئے خدمت کا یہ انداز ہے کہ اپنے ہاتھ سے نوالے بنا کر ان کے مُنہ میں ڈال رہے ہیں۔

حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور بیت الفکر میں لیٹے

ہوئے تھے اور مَیں پاؤں دبا رہا تھا کہ حجرہ کی کھڑکی پر لالہ شرم پت یا شاید لالہ ملاوامل نے دستک دی۔ مَیں اُٹھ کر کھڑکی کھولنے لگا۔ مگر حضرت صاحب نے بڑی جلدی اُٹھ کر تیزی سے جا کر مجھ سے پہلے زنجیر کھول دی اور پھر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئے اور فرمایا آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے۔

یہ روایت اس جڑ اور بنیاد کو واضح کرتی ہے جو حضور کی مہمان نوازی کی اعلیٰ روایات کے پیچھے کارفرما تھی۔ یعنی اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری سچائی اور باریکی سے عمل، اور مہمان نوازی کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور اُسوۂ حسنہ کی پوری اور کامل پیروی۔

اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نے ایسے ایسے حیران کُن اور دل میں اُتر جانے والے واقعات کو جنم دیا کہ آج بھی ان واقعات کا بیان جسموں میں لرزش اور سنسنی پیدا کر دیتا ہے۔ ایسا ہی ایک غیر معمولی اور دل کو مٹھی میں لے لینے والا واقعہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں۔ دو شخص منی پور آسام سے قادیان آئے اور مہمان خانہ میں آکر انہوں نے خادمانِ مہمان خانہ سے کہا کہ ہمارے بستر اُتارے جائیں اور سامان لایا جائے اور چارپائی بچھائی جائے۔ خادمان نے کہا کہ آپ خود اپنا سامان اُتروائیں چارپائیاں بھی مل جائیں گی۔ دونوں مہمان اس بات پر رنجیدہ ہو گئے اور فوراً یکّہ میں سوار ہو کر واپس روانہ ہو گئے۔ مَیں نے مولوی عبدالکریم صاحب سے یہ ذکر کیا تو مولوی صاحب فرمانے لگے جانے بھی دو ایسے جلد بازوں کو۔ حضرت اقدس کو اس واقعہ کا علم ہوا تو نہایت جلدی سے ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا حضور ان کے پیچھے نہایت تیز قدم چل پڑے۔ چند خدام بھی ہمراہ تھے مَیں بھی ساتھ تھا۔ نہر کے قریب پہنچ کر اُن کا یکّہ مل گیا اور حضور کو آتا دیکھ کر وہ یکّہ سے اُتر پڑے۔ اور حضور نے انہیں واپس چلنے کے لیے فرمایا اور فرمایا کہ آپ کے واپس ہونے کا مجھے بہت درد پہنچا ہے۔ چنانچہ وہ واپس ہوئے۔ حضور نے یکّہ میں سوار ہونے کے لیے انہیں فرمایا اور فرمایا مَیں ساتھ چلتا ہوں۔ مگر وہ شرمندہ ہوئے اور سوار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مہمان خانہ پہنچے۔ حضور نے خود اُن کا سامان اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ مگر خدام جو اب شرمندہ تھے انہوں نے سامان اُتار لیا۔ حضور نے اُسی وقت دو نواری پلنگ بچھوائے اور اُن پر اُن کے بستر کروائے۔ اُن سے پوچھا کہ آپ کیا کھائیں گے۔ اور خود ہی فرمایا کہ اُس طرف تو چاول کھائے جاتے ہیں۔ اور رات کو دودھ کیلئے پوچھا۔ اور جب تک کھانا نہ آیا وہیں ٹھہرے رہے۔

مہمانوں کی خدمت گزاری کا لطف تب ہی آتا ہے جب مہمان بے وقت آئے اور اس وقت بھی مہمان کی بھرپور خاطر داری کی جائے۔ ایسا ہی ایک واقعہ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی نے بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ایک مقدمہ کے تعلق سے مَیں ایک دفعہ گورداسپور میں رہ گیا تھا۔ حضور کا پیغام پہنچا کہ واپسی پر مل کر جائیں۔ چنانچہ مَیں اور شیخ نیاز احمد صاحب اور مفتی فضل الرحمٰن صاحب قادیان کے لیے یکّے میں روانہ ہوئے۔ بارش سخت تھی اس لیے یکّے کو واپس کرنا پڑا۔ کیونکہ سخت کیچڑ کی وجہ سے یکّے کا چلنا ممکن نہ رہا تھا اور ہم بارش میں بھیگتے ہوئے رات کے دو بجے کے قریب قادیان پہنچے۔ حضور اُسی وقت باہر تشریف

لے آئے اور رات کے دو بجے کے وقت ہمیں چائے بنوا کر پلوائی اور بیٹھے باتیں پوچھتے رہے۔ ہماری سفر کی تمام کوفت جاتی رہی۔ پھر حضور تشریف لے گئے۔

(روایاتِ ظفر)

حضور مہمانوں کا اکرام اس طرح سے بھی فرماتے کہ انہیں دُور تک چھوڑنے ساتھ جاتے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کی روایت ہے کہ ایک دفعہ میں قادیان سے رخصت ہونے لگا۔ حضور سے اجازت طلب کی۔ حضور نے فرمایا ٹھہر جائیں۔ حضور اندر تشریف لے گئے۔ دودھ کا گلاس لائے ہمیں پلایا اور پھر نہر تک ہمیں چھوڑنے کے لئے گئے۔

(روایاتِ ظفر)

جو اچھی چیز گھر میں آئے پہلے مہمان کو پیش کرنی چاہیئے۔ مہمان نوازی کا یہ ادب ایسا ہے جس کو حضور نے خوب کمال تک پہنچایا۔ اس میں ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھنا کہ مہمان کی عادت کے مطابق خود تکلیف اٹھا کر بھی آرام پہنچانا مہمان نوازی کے آداب کی ایک نادر مثال ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ایک رفیق سیٹھی غلام نبی صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ میں حضور کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب میں کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرہ کے دروازہ پر دستک دی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا تو حضور کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں ایسی رات کے وقت حضور کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا۔ کہیں سے دودھ آ گیا تھا میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی اس لیئے یہ دودھ آپ کے لیئے لے آیا ہوں۔ سیٹھی صاحب کہا کرتے تھے کہ میری آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ سبحان اللہ کیا اخلاق ہیں۔ یہ خدا کا برگزیدہ بندہ اپنے ادنیٰ خادموں تک کی خدمت اور دلداری میں کتنی لذت پاتا ہے۔

(سیرۃ المہدی)

ابھی میں نے عرض کیا ہے کہ مہمانوں کی خاطر تکلیف اٹھانا ہی دراصل حقیقی لذت ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے مہمانوں کی خاطر تکلیف اُٹھانے کو جس جس رنگ میں نبھایا اس کا ایک اور انداز ملاحظہ ہو۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں، ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر خرچ نہ تھا۔ ان دنوں جلسہ کے لیئے الگ چندہ جمع ہو کر نہیں جاتا تھا حضور اپنے پاس سے صرف فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت میر ناصر نواب صاحب مرحوم نے آکر عرض کی کہ رات کو مہمانوں کے لیئے کوئی سامان نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بیوی صاحبہ سے کوئی زیور لے کر جو کفایت کر سکے فروخت کر کے سامان کر لیں۔ چنانچہ زیور فروخت کر کے یا رہن رکھ کر میر ناصر نواب صاحب روپیہ لائے اور مہمانوں کے لیئے سامان بہم پہنچایا۔

مہمان کے لیئے خصوصی کوشش بھی ایک خاص خلق ہے۔ اور یہ بھی حضور ہی کا خاصہ تھا کہ عام مہمانوں کے لیئے بھی خاص کوششیں آپ کا گویا معمول تھا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں ایک دفعہ بڑی رات گئے ایک مہمان آ گیا۔ کوئی چارپائی خالی نہ تھی۔ اور سب سو رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا ذرا ٹھہریئے میں ابھی انتظام کرتا ہوں۔ آپ اندر تشریف لے گئے اور دیر تک

واپس نہ آئے۔ مہمان نے خیال کیا شاید حضرت بھول گئے۔ اس نے ڈیوڑھی میں جھانکا تو دیکھا کہ ایک صاحب چارپائی بُن رہے ہیں اور حضرت مٹی کا دیا لیئے کھڑے ہیں۔ چارپائی بُنی گئی اور مہمان کو دی گئی۔ اِدھر مہمان صاحب عرقِ ندامت میں غرق ہو رہے تھے کہ میں نے آدھی رات کے وقت حضرت کو اس قدر تکلیف دی اُدھر حضرت اقدس عذر فرما رہے تھے کہ معاف کرنا چارپائی لانے میں دیر ہو گئی۔

اور آخر میں ایک اور دلگداز واقعہ عرض ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان فرماتے ہیں۔

ایک بار میں اور میری والدہ قادیان آئے ہوئے تھے۔ ہم واپس ہونے لگے تو حضور ہمارے یکہ میں سوار ہونے کی جگہ تک ساتھ تشریف لائے اور ہمارے راستہ کے لیئے کھانا منگوایا۔ وہ کھانا لنگر خانے والوں نے کسی کپڑے میں باندھ کر نہ بھیجا تھا۔ تب حضرت اقدس نے اپنے عمامہ سے قریباً ایک گز کپڑا پھاڑ کر اس میں روٹی باندھ دی۔

(ذکرِ حبیب ص۴۵)

اللہ تعالیٰ اس پاک وجود پر اپنی بے انتہا برکات اور فضلوں کا نزول تا قیامت بڑھاتا رہے جس وجودِ باجود نے ہمیں مہمان نوازی اور اکرامِ ضیف کے ایسے اعلیٰ نمونے دکھلائے جو روزِ قیامت تک ہماری نسلوں در نسلوں کیلئے مشعلِ راہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو ان نقوشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین ٭

خریداران خالد اپنے ذمہ کا بقایا چندہ جلد بھجوا کر ممنون فرمائیں۔ شکریہ! (مینیجر ماہنامہ خالد۔ ربوہ)

احمدی طالب علموں کی کامیابیاں

★ مکرم منیب احمد صاحب زیروی ابن ڈاکٹر کریم اللہ صاحب زیروی نیو جرسی امریکہ نے دسمبر ۱۹۸۷ء میں ایک امریکن کلاس فیلو کے ساتھ GEOMETRY DISCOVERY COMPETITION میں شرکت کی۔ ان دونوں کی ٹیم پورے امریکہ میں اوّل آئی اور سکول کو ایک ہزار ڈالر انعام ملا۔ اس سے قبل مکرم منیب احمد صاحب ۱۹۸۵ء میں واشنگٹن میں ہونے والے مڈل سیکشن میں کمپیوٹر کے مقابلہ میں امریکہ کے ۱۵ لاکھ طلبہ میں اوّل آئے تھے اور ۱۹۸۶ء میں 9th گریڈ میں ان کے سکول کی ٹیم جس کے وہ ممبر تھے پورے امریکہ میں اوّل آئی تھی۔

★ کوئٹہ میں طلباء و طالبات کی پانچویں سائنسی نمائش ۱۹۸۶ء میں مکرم عطرت شہزاد صاحب ابن محمد شریف صاحب نے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ انہوں نے آٹومیٹک واٹر سپلائی سسٹم تیار کیا ہے۔ وہ گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ کے طالب علم ہیں۔

★ کوئٹہ کے مکرم رفاقت احمد صاحب ابن مکرم بشارت احمد صاحب درویش نے بلوچستان یونیورسٹی کے سالانہ امتحان ۱۹۸۷ء میں ایم ایس سی زوالوجی میں ۴۲۵/۱۰۰۰ نمبر حاصل کر کے بلوچستان بھر میں دوسری پوزیشن حاصل کی ہے

قارئینِ خالد سے ان تمام کامیابیوں کے بابرکت ہونے کے لیئے دعا کی درخواست ہے۔ نیز خدام سے درخواست ہے کہ وہ اپنی نمایاں کامیابیوں کی خبریں قائد صاحب مجلس کی تصدیق سے 'خالد' میں اشاعت کے لیئے بھجوائیں ٭

جوامع الکلم

تین۳ پیاری باتیں

(مرسلہ نصیر احمد صاحب انجم۔ سرگودھا)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ آپؐ نے فرمایا کہ تمہاری دنیا میں سے تین باتیں مجھے بہت پسند ہیں۔ خوشبو اور عورت۔ تاہم میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا ہے۔ مجھے بھی دنیا میں سے تین اشیاء محبوب ہیں۔ رسول اللہ کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرنا۔ رسول اللہ کے لیئے اپنا مال قربان کرنا اور یہ کہ میری بیٹی رسول اللہ کے عقد میں ہے۔

حضرت عمرؓ مخاطب ہوئے۔ اے ابوبکر آپ نے بجا فرمایا ہے۔ مجھے بھی دنیا کی تین اشیاء پیاری لگتی ہیں۔ نیک باتوں کا حکم دینا۔ بُری باتوں سے منع کرنا اور بوسیدہ لباس پہننا۔

حضرت عثمانؓ گویا ہوئے۔ اے عمر آپ نے درست کہا ہے۔ مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں۔ بھوکے افراد کو کھانا کھلانا۔ برہنہ لوگوں کو لباس مہیا کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ اے عثمان آپ کا کہنا صحیح ہے۔ مجھے بھی دنیا کی تین اشیاء اچھی لگتی ہیں۔ مہمانوں کی خدمت کرنا۔ موسم گرما میں روزہ رکھنا اور جہاد بالسیف کرنا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت جبرائیلؑ نازل ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہاری باتیں سُن کر مجھے بھیجا ہے۔ اور یا رسول اللہ آپ کو خدا نے حکم دیا ہے کہ مجھ سے پوچھیں کہ اگر میں (یعنی جبرائیلؑ) اہلِ دنیا میں سے ہوتا تو میری پسندیدہ چیزیں کونسی ہوتیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر آپ اہلِ دنیا میں سے ہوتے تو آپ کو کیا کیا پسند ہوتا؟ انہوں نے جواب دیا۔ بھولے بھٹکوں کو راستہ بتانا۔ غریب اور عبادت گذار افراد کی ہمدردی و غم خواری کرنا اور عیالدار اور تنگ دست افراد کی امداد کرنا۔

پھر حضرت جبرائیلؑ نے کہا کہ اللہ رب العزت جلّ جلالہٗ کو اپنے بندوں کی تین عادات پسند ہیں:۔

اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال۔ ندامت کے وقت گریہ وزاری کرنا اور فاقے اور بھوک کے اوقات میں صبر کا دامن پکڑے رکھنا:

(منبہات ابن حجر باب الثلاثی)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی ایک زبردست پیشگوئی کا ظہور

ایڈز کی بیماری کی پیشگوئی حضور نے ۱۹۰۷ء میں کی تھی!

۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کو اللہ تعالیٰ نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو الہاماً یہ خبر دی کہ :-

"یورپ اور دوسرے عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پھیلے گی جو بہت ہی سخت ہو گی"۔

(بدر ۱۴ مارچ ۱۹۰۷ء بحوالہ تذکرہ صفحہ ۷۰۵)

اس پیشگوئی کے ظہور کے متعلق امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ نے ایک مجلس عرفان میں کسی قدر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ :-

حضرت بانیٔ سلسلہ نے ایڈز کے متعلق ایڈز کا نام لیئے بغیر بات کہی ہے۔ جو اس بیماری پر صادق آتی دکھائی دے رہی ہے۔ وہ یہ تھی کہ جب گزشتہ صدی میں حضور نے طاعون کی پیشگوئی کی ہے اور طاعون پھیلی ہے۔ اور اس کے مطابق اس نے احمدیوں اور نہ ماننے والوں میں تفریق کر کے دکھائی۔ اور کثرت سے اس کے نتیجہ میں گاؤں کے گاؤں پنجاب میں احمدی ہوئے اور پھر وہ اس پر قائم رہے۔ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ لیکن جب وہ طاعون کا دور ختم ہو گیا تو اپنے وصال سے ایک سال پہلے یعنی ۱۹۰۷ء میں آپ نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ آئندہ کسی زمانے میں عیسائی ملکوں میں ایک قسم کی طاعون پھیلے گی۔ یہ نہیں فرمایا کہ طاعون پھیلے گی بلکہ فرمایا ایک قسم کی طاعون پھیلے گی۔ اور وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک نشان ہو گا۔ تو آجکل جو ایڈز کی بیماری نکلی ہے۔ یہ افریقہ سے شروع ہوئی ہے اور افریقہ کے اُس حصہ سے جو عیسائی ہے۔ اور یوگنڈا کا جنوبی حصہ جو زیادہ عیسائی ہے۔ وہاں اس نے خوب زور مارا ہوا ہے۔ اور دیگر ممالکِ افریقہ میں بھی ہے۔

لیکن عجیب بات ہے کہ مسلمان علاقے خدا کے فضل سے اس سے بالعموم محفوظ ہیں۔ اس لیئے یہ پیشگوئی تو بڑی شان سے پوری ہوئی ہے اور اس کے بعد پھر یورپ میں آگئی اور پھر امریکہ چلی گئی اور ہو سکتا ہے امریکہ، افریقہ کو پیچھے چھوڑ جائے۔ اور جو ایڈز وہ دوسروں کو دیتے تھے کہیں ان کو نہ پڑ جائے۔ کیونکہ جتنی بدکاری امریکہ میں ہے دنیا کے کسی دوسرے حصہ میں شاید اتنی نہ ہو۔

یہ پسِ منظر ہے جس کو پوری طرح پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ کے رحم کی تقدیر بالعموم اور مغفرت کی تقدیر یعنی

معافی اور بخشش کی تقدیر بالعموم اُس وقت کام کرتی ہے کہ جب سزا جاری نہ ہو چکی ہو۔ جب سزا مل جائے تو پھر معافیوں کا سوال نہیں رہا کرتا۔ چنانچہ جب فرعون نے ڈوبتے ہوئے کہا کہ میں اب ایمان لاتا ہوں تو جواب تھا آلْئٰنَ کہ اب کون سا وقت ہے اب ایمان لاتے ہو۔ اگر بدن کی خاطر ڈرتے ہو تو ہم تمہارا بدن بچالیں گے لیکن اس لیے کہ دُنیا کے سامنے عبرت بنے۔ لیکن اس وقت معافی کا وقت نہیں رہا ہم نے تمہیں پکڑ لیا ہے۔ اس لیے جس کو ایک دفعہ ایڈز کے داخل ہونے کے بعد پکڑ لے اس کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ اس وقت کہے کہ میں احمدی ہوتا ہوں اور ایک دم بچ جائے یہ تو ایک لطیفہ بن جائے گا اور مذہب کے ساتھ تمسخر ہو جائے گا۔ اس لئے ہرگز کسی کو غلط تأثر نہ ہونے دیں۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی کے اندر سچا استغفار بھی پیدا ہو اور وہ گریہ وزاری کرے، ایمان کامل ہو اور دوسرے لوگ اس کے لیے دُعا کریں تو یہ ناممکن نہیں کہ اس کو یہ بیماری لگ چکنے کے بعد خدا کی تقدیر اس سے بچا کر نکال لے اور ایڈز کے جراثیم کو مزید اس کے اُوپر ظلم کرنے کی اجازت نہ ملے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ کے زمانہ میں بھی ایسا واقعہ ہو چکا ہے۔ آپ کی پیشگوئی یہ نہیں تھی کہ کسی احمدی کو طاعون نہیں ہوگا بلکہ آپ نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ بعض احمدیوں کو بھی ہو جائے کیونکہ یہ وبائی مرض ہے۔ اس سے کلیۃً پوری قوم نجات نہیں پا سکتی۔ اور یہ بہت پہلے ہی آپ نے لکھ دیا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ ایک احمدی اور غیر احمدی میں اتنی تفریق کر کے دکھائے گا کہ مخالف بھی دیکھ لے گا کہ ہاں فرق ہو گیا ہے۔ اتفاقاً کسی اِکا دُکا احمدی کو ہو جانا اس سے آپ نے انکار نہیں کیا تھا۔ یہ بھی وضاحت اچھی طرح ہو جانی چاہیے کیونکہ بعض دفعہ احمدی نوجوان غلطی سے چیلنج دے بیٹھتے ہیں کہ بتاؤ ایک کو بھی نہیں ہوئی تو وہ احمدی رسائل سے ثابت کر دیتے ہیں کہ یہ دیکھو فلاں کو ہوئی فلاں کو ہوئی وغیرہ اس لیے صحیح بات آپ کو معلوم ہونی چاہیے۔

خدا نے ایسی صورت میں بھی حیرت انگیز اعجازی نشان دکھائے ہوئے ہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ حقیقۃ الوحی میں جو نشان بیان فرماتے ہیں اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کو طاعون کے دنوں میں شدید بخار ہوا اور بالکل طاعون کی گلٹی کی طرح ویسی بغل میں گلٹی بھی نمودار ہو گئی اور ساری علامتیں طاعون کی تھیں اور مولوی محمد علی صاحب بے قراری سے بار بار کہتے تھے کہ مجھے طاعون ہو گئی ہے اور میں مرا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ کو دعا کیلئے بلایا گیا تو حضرت بانیٔ سلسلہ فرماتے ہیں کہ میں نے دعا کی کہ اے خدا کلیۃً تو ہر شخص محفوظ نہیں ہو سکتا لیکن اس شخص کو طاعون ہوا اور اس سے یہ مر گیا تو میری بڑی تضحیک ہوگی۔ دشمن کہے گا کہ میرے ماننے والا، میرے گھر میں بسنے والا، میرا ایک قریبی مولوی اسی مرض سے مارا گیا۔ اس لیئے مجھے پتہ نہیں اس کو کیا ہے۔ لیکن میری دعا ہے کہ اس کو اچھا کر دے۔

یہ دعا کر کے جب ہاتھ لگایا تو مولوی صاحب کا بدن اسی طرح ٹھنڈا تھا جس طرح ایک صحت مند آدمی کا ٹھنڈا ہو اور بخار کا نشان بھی نہ رہا۔ اس وجہ سے میں یقین کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح پہلے طاعون کے جراثیم ایسے

مہلک تھے جس سے بچنے کے لیئے اعجازی نشان کے بغیر شفاء کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اسی طرح اس ایڈز کی حالت بھی چاہے کیسی ہو خدا تعالیٰ کی تقدیر میں ہے، اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے کہ اگر کوئی توجہ کرنے والا استغفار کرے اور کبھی کوئی اس کے لیئے دردِ دل سے دعا کرے تو خدا اُسے قبولیتِ دعا کا نشان عطا فرمائے اور لگی ہوئی ایڈز بھی ہٹ جائے۔ کیونکہ طاعون کے بارہ میں ہمارا سابقہ تجربہ یہی ہے کہ لگا ہوا مرض بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے غائب ہو جایا کرتا تھا اور ایک سے زیادہ مرتبہ ایسا ہو چکا ہوا ہے۔

آخر میں دوبارہ تاکید کرتا ہوں کہ بعض احمدی نوجوان چونکہ اس پیشگوئی کو پڑھتے ہیں، اُن کی طبیعت میں جوش آتا ہے اور وہ لوگوں میں ایسی باتیں مشہور کر دیتے ہیں جو درست نہیں ہیں۔ اس سے لوگوں کو بھی نقصان ہے اور آپ کو بھی اور جماعت کو بھی نقصان ہے۔ غلط باتیں کر کے شرمندہ ہونے والی بات ہے۔

(احمدیہ بلیٹن ہالینڈ۔ جولائی ۱۹۸۷ء)

ایڈز کی تباہ کاریاں

ایڈز کی بیماری بڑی خاموشی مگر تیزی کے ساتھ یورپ اور امریکہ کو اپنی گرفت میں لے رہی ہے۔ اس کے متعلق صرف گزشتہ ایام میں جو خبریں شائع ہوئی ہیں ان کا مختصر جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

امریکہ کے شہر نیویارک میں گزشتہ سال ۷۶۵۰۰ افراد ایڈز سے ہلاک ہو گئے۔ یہ تعداد ۱۹۸۶ء کے مقابلہ میں ۲۰ فیصد زیادہ ہے۔ نیویارک کے میئر ایڈ کوچ کے مطابق یہاں کی ۷۰ لاکھ آبادی میں اس کی وجہ سے تشویش پھیلی ہوئی ہے۔　(جنگ ۳۔ جنوری ۱۹۸۸ء)

آسٹریلیا میں اب تک ۲۸۲ افراد ایڈز کے باعث ہلاک ہو چکے ہیں۔ جن میں ۲۶۱ مرد اور ۲۱ خواتین ہیں۔ مزید ۷۲۲ افراد اس مرض میں مبتلا بتائے گئے ہیں۔

(جنگ ۲۶ جنوری ۱۹۸۸ء)

عالمی ادارۂ صحت کے مطابق امسال فروری کے آغاز میں ایڈز کے ۷۷۲۶۶ کیس رجسٹر کئے گئے جبکہ جنوری میں رجسٹر کئے جانے والے کیسوں کی تعداد ۷۴۷۲۷ تھی۔ جن ممالک میں یہ کیس درج کروائے گئے ان میں امریکہ، فرانس، مغربی جرمنی، برازیل، کینیڈا، یوگنڈا اور تنزانیہ شامل ہیں۔ عالمی ادارۂ صحت کے مطابق یہ اعداد و شمار نامکمل ہیں کیونکہ بہت سے ممالک نے اعداد و شمار جمع نہیں کروائے۔

(جنگ ۷ فروری ۱۹۸۸ء)

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے ایک اندازہ کے مطابق دنیا میں ایڈز کے ۱½ لاکھ مریض موجود ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے محکمۂ صحت کے ایڈز کے ڈائریکٹر نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ موجودہ سال کے دوران مزید ۱½ لاکھ افراد اس مرض کا شکار ہو جائیں گے۔　(جنگ ۱۹ فروری ۱۹۸۸ء)

سوئٹزرلینڈ کے مشہور سائنسدان ۲۸ سالہ جیرالڈ واکسٹر جنہیں ایڈز کا مرض لاحق تھا ایک مطالعاتی دَورہ پر بورنیو کے جنگلات میں گئے جہاں تقریباً ایک سَو آدم خوروں نے انہیں پکڑ لیا اور بھُون کر انہیں کھا گئے۔ اس بات کا انکشاف ہونے کے بعد ہیلتھ حکام کا کہنا ہے کہ یہ یقینی امر ہے کہ ایڈز کا وائرس ان تمام سو افراد کو لاحق ہو جائیگا اور اس طرح آدم خوروں کا ایک پورا قبیلہ ایڈز کا شکار ہو جائے گا۔ (جنگ ۲۵/جنوری ۱۹۸۸ء)

امریکی محکمۂ صحت کا کہنا ہے کہ اِس سال صرف نیویارک کی ریاست میں ایک ہزار ایسے بچے پیدا ہوں گے جو پیدائشی طور پر ایڈز کے مریض ہوں گے۔

(جنگ ۱۵/جنوری ۱۹۸۸ء)

علاج کی کوششیں

ڈاکٹرز اور سائنسدان ایڈز کی بروقت تشخیص اور مؤثر علاج کی دریافت کے سلسلہ میں مسلسل مصروفِ کار ہیں۔ چنانچہ جنگ ۱۶/جنوری ۱۹۸۸ء کی ایک خبر کے مطابق امریکی محققین نے ایڈز کے وائرس معلوم کرنے کا نیا طریقہ دریافت کیا ہے جس کے تحت خون کے خلیوں کے اندر ایڈز کے غیر متحرک وائرس کی موجودگی کا جلد علم ہو سکے گا۔

جو ممالک ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے تعاون سے ایڈز کے خلاف نبرد آزما ہیں اُن کی تعداد اس سال بڑھ کر ۱۴۲ ہو جائے گی۔ ۱۹۸۷ء میں ایڈز کی روک تھام کیلئے ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ڈالر کا فنڈ اکٹھا ہوا جبکہ اس سال ۶ کروڑ ۹۰ لاکھ ڈالر اکٹھے کیئے جائیں گے۔

(جنگ ۱۹/فروری ۱۹۸۸ء)

ہماری دعا ہے کہ انسانیت کے ان دردمند فرزندوں کی کوششیں کامیاب ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ایسی آفات خدا کی طرف رجوع کرنے اور توبہ اور استغفار کرنے سے ہی دُور ہوا کرتی ہیں۔ کاش انسان اپنے سچے خدا کو پہچان لے اور جلد سے جلد اس کے در پر سر جھکا کر اس کی حاکمیت قبول کرلے۔

ہماری تو وہی کیفیت ہے جو حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ کی تھی۔ جب ۶/مارچ ۱۸۹۷ء کو پنڈت لیکھرام کے متعلق آپ کی پیشگوئی پوری ہوئی تو آپ نے جہاں اِس بات پر کہ خدا کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی ہے اور دین کی صداقت کا ایک زبردست نشان ظاہر ہوا ہے طبعاً شکر اور خوشی کا اظہار فرمایا وہاں آپ کو پنڈت جی کی موت کا افسوس بھی ہوا کہ وہ صداقت سے محروم ہونے کی حالت میں ہی چل بسے۔ آپ نے فرمایا:۔

"ہمارے دل کی اس وقت عجیب حالت ہے۔ درد بھی ہے اور خوشی بھی۔ درد اس لئے کہ اگر لیکھرام رجوع کرتا اگر زیادہ نہیں تو اتنا ہی کرتا کہ وہ بدزبانیوں سے باز آجاتا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ مَیں اُس کے لیئے دعا کرتا اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ اگر وہ ٹکڑے ٹکڑے بھی کیا جاتا ہوتا تب بھی وہ زندہ رہتا۔"

(سراجِ منیر صـ۲۴)

> قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
> اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
> جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
> ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے
> (درثمین)

مکرم عبدالمالک صاحب - لاہور

لاہور تاریخِ احمدیت کے آئینہ میں

★ بانیٔ سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی پہلی مرتبہ لاہور میں اپنے والد محترم حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے ہمراہ گورنر پنجاب کی دعوت پر ۱۸۵۷ء کے بعد تشریف لائے۔ حضور کے ساتھ آپ کے بھائی حضرت مرزا غلام قادر صاحب بھی تھے۔

★ حضور دعویٰ ماموریت کے بعد سب سے پہلے ۲۰/ جنوری ۱۸۹۲ء کو علماء، پیروں، فقیروں اور گدی نشینوں پر اتمام حجت کرنے کے لیے تشریف لائے اور مکرم منشی میراں بخش صاحب مرحوم کی کوٹھی واقع چونا منڈی میں قیام فرمایا۔

★ حضرت مولوی رحیم اللہ صاحب پہلے احمدی تھے جن کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی بیعت کرنے کی سعادت ملی۔ آپ کوچہ سیٹھاں بالمقابل تالاب آب رسانی رنگے منڈی بازار لاہور کے امام الصلوٰۃ تھے۔

★ سب سے پہلا خاندان جس نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کو قبول کیا حضرت میاں چراغ دین صاحب رئیس لاہور کا خاندان ہے۔

★ لاہور میں حضرت بانیٔ احمدیت کا پہلا فوٹو گردھر لعل فوٹوگرافر انارکلی لاہور نے لیا تھا۔ حضرت میاں چراغ دین صاحب مرحوم نے اسے خرید لیا تھا اور اس کی کاپیاں کروا کر جماعت میں فروخت کی تھیں۔

★ بیت الحمد دہلی گیٹ پہلا بیت الذکر ہے جسے جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے خرچ پر تعمیر کیا۔

★ حضرت المصلح الموعود نے اپریل ۱۹۱۸ء میں محترم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو جماعت احمدیہ لاہور کا پہلا امیر مقرر فرمایا تھا۔

★ لاہور میں حضرت مولانا نورالدین صاحب پہلی دفعہ قریباً بارہ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کے ہمراہ ۱۸۵۲ء میں تشریف لائے تھے۔

★ حضرت مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق ہونے کی بشارت بذریعہ رؤیا ۵/۶ جنوری ۱۹۴۴ء کو لاہور میں محترم شیخ بشیر احمد صاحب سابق امیر جماعت لاہور کی کوٹھی واقع ۱۳ ٹمپل روڈ میں دی گئی۔

★ ۶/ جنوری ۱۹۴۴ء کو لاہور میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے موجود رفقاء کے ساتھ حضرت مصلح موعود کا پہلا گروپ فوٹو ہوا۔

★ پاکستان آنے کے بعد پہلی عید حضرت مصلح موعود نے منٹو پارک (اقبال پارک) لاہور میں پڑھائی۔

★ حضرت مولانا نورالدین صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے ۱۹۱۰ء میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی

کو جماعت احمدیہ لاہور کا پہلا مربی مقرر فرمایا۔

★ لاہور میں قیام پاکستان کے بعد پہلی مرتبہ جماعت احمدیہ کا جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۴ر دسمبر ۱۹۴۹ء کو وائی ایم سی اے ہال میں ہوا۔

★ پاکستان سے روزنامہ الفضل کا پہلا پرچہ لاہور سے ۱۵ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا۔

★ ۱۹۲۱ء میں احمدی خواتین لاہور کا پہلا جلسہ سالانہ ہوا۔

★ قیام پاکستان کے بعد جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ رتن باغ لاہور میں ۲۵، ۲۶، ۲۷ر دسمبر ۱۹۴۷ء کو ہوا۔ اس کے افسر اعلیٰ مکرم چوہدری محمود احمد صاحب قائد خدام الاحمدیہ ضلع لاہور تھے۔

★ مکرم میاں جمال احمد صاحب جن کی عمر ۱۷ سال اور ۵ دن تھی اور ایف اے کے طالب علم تھے ۱۹۵۲ء میں احمدیت پر قربان ہو گئے۔ یہ لاہور کے پہلے احمدی نوجوان تھے جن کو یہ اعزاز عطا ہوا۔

★ مکرم میاں محمد عمر صاحب جو میاں فیملی کے چشم و چراغ تھے لاہور کے پہلے نامزد قائد خدام الاحمدیہ تھے۔ اور منتخب قائد مکرم مرزا رحمت اللہ صاحب تھے۔

★ مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کو پہلی دفعہ علم انعامی ۱۹۹۳ء میں ملا۔

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا:۔

تاریخ احمدیت لاہور۔ حیات نور۔ تاریخ لجنہ اماء اللہ جلد اول و دوم، سووینئر کراچی ۱۹۸۷ء۔
الفضل ۲۶ر دسمبر ۱۹۴۷ء

روشنی آئے گی!

جناب ارشاد احمد شکیب مرحوم

رات کے بعد اب روشنی آئے گی
مسکراتی ہوئی زندگی آئے گی

جس گھڑی آئیں افواج حق بغتۃً
ظالموں کو غشی پر غشی آئے گی

سامنے آئے گا جب مآلِ ستم
ان پہ رونے کو پھر بے بسی آئے گی

ظلمتِ شب کے بڑھنے کا کچھ غم نہیں
رات جب ڈھل گئی روشنی آئے گی

اس کی نصرت پہ ہے مجھ کو کامل یقیں
جیسے کل آئی تھی آج بھی آئے گی

اور بھی دے گی لَو اپنی شمعِ وفا
جب بھی آندھی کوئی ظلم کی آئے گی

جب بھی آہوں سے بابِ اجابت کھلا
رحمتِ حق بھی پھر دوڑتی آئے گی

اشک روکے بھی رکنے نہ پائیں گے پھر
یاد آقا مجھے جس گھڑی آئے گی

جب شکیبؔ آئے گا باغباں لوٹ کر
پھر ہی پھولوں کے لب پر ہنسی آئے گی

قائدین مجالس سے درخواست ہے کہ وہ اپنی مجلس میں ناظم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ کا تقرر ضرور کریں
مہتمم اشاعت

سیرۃ النبیؐ
ایک تقریر

"شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے"

مکرم منصور احمد صاحب شاہد۔ ربوہ

حضرات! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عاشق صادق کے ایک شعر کا پہلا مصرع میری تقریر کا عنوان ہے جس میں یہ عظیم الشان مضمون بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے سیدو مولا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم صفات الٰہیہ کے مظہر اتم تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ اور شمائلِ حسنہ میں الٰہی صفات جھلکتی ہوئی نظر آتی ہیں جنہیں دیکھ کر خدا نظر آجاتا ہے۔

حضرات! اس وقت میں سورۃ فاتحہ میں بیان فرمودہ چار صفات کے بارہ میں جو دراصل تمام صفاتِ الٰہیہ کا خلاصہ ہیں یہ بیان کروں گا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان صفات کے کیسے مظہر بنے اور شانِ حق کس طرح آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ میں روشن نظر آتی ہے۔

ان صفات میں سے پہلی صفت ربّ العالمین ہے جس کے ایک معنی یہ ہیں کہ مخلوقات کو ادنیٰ درجہ سے اُٹھا کر درجۂ کمال تک پہنچانا اور اس کی تمام استعدادوں کی تربیت اور پرورش کرنا۔

ہمارے سیدو مولا رحمۃ للعالمین تھے اور تمام عالمین کی اصلاح کے لیئے آپؐ کو مامور کیا گیا۔ آپؐ نے ایک اُجڈ اور جاہل قوم کی ایسی عظیم الشان اصلاح فرمائی کہ گویا اُسے فرش سے اُٹھا کر عرش پر بٹھا دیا۔ آپؐ نے ان وحشیوں اور درندہ صفت لوگوں کو پہلے حیوان سے انسان بنایا، پھر باخدا وجود اور پھر خدا نما انسان بنا دیا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے آپؐ کی اس عظیم الشان کامیابی کا نقشہ یوں کھینچا ہے ؎

صَادَفْتَهُمْ قَوْمًا كَرَوْثٍ ذِلَّةً
فَجَعَلْتَهُمْ كَسَبِيكَةِ الْعِقْيَانِ

کہ آپؐ نے عربوں کو گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا اور پھر ان کو سونے کی ڈلی کی طرح صاف، روشن اور چمکدار بنا دیا۔

آپؐ کی یہ کامیابی ایسی عظیم الشان اور معجز نما ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ سچ ہے ؎

کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں
وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اِک معجزہ
معنیٔ رازِ نبوّت ہے اسی سے آشکار

سورۃ فاتحہ میں دوسری عظیم الشان صفت الرّحمٰن ہے یعنی بغیر مانگنے کے عطا کرنے والا۔

یہ صفت یا تو والدین میں نظر آتی ہے اور یا انبیاء میں جو لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔

مگر سب سے بڑھ کر اس صفت کا ظہور ہمارے سید و مولا حضرت خاتم الانبیاءؐ کے وجود باجود میں ہوا۔

سینکڑوں مثالوں میں سے ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ چادریں آئیں آپؐ نے سب چادریں تقسیم کر دیں مگر ایک چادر بچا کر رکھ لی ـــ آپؐ کے ایک نابینا صحابی مخرمہؓ تھے ان کو پتہ چلا تو گرتے پڑتے یہ شکوہ کرتے ہوئے آئے کہ سب چادریں تقسیم کر دی گئی ہیں اور ہمیں محروم کر دیا ہے۔ ہمیں بھی ہمارا حصہ دیا جائے۔ جانتے ہو رحمٰن خدا کے اس کامل مظہر نے کیا جواب دیا۔

بڑی کمال شان بے نیازی سے ایک چادر نکالی اور بڑی محبت اور پیار سے یہ فرماتے ہوئے وہ چادر اس معذور صحابی مخرمہ کے حوالے کر دی کہ اے مخرمہ ہم نے تو پہلے ہی یہ چادر تمہارے لیئے بچا رکھی تھی۔ رحمت و شفقت کا یہ کیا عجیب نظارہ ہے۔

کبھی بچے گھر میں نہ ہوں تو مائیں بھی بچوں کے لیئے چیز سنبھال کر رکھنا بھول جاتی ہیں مگر یہ رحیم و کریم رسولؐ تو اپنی رأفت و رحمت میں ماؤں سے بھی بڑھ گیا تھا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے سچ فرمایا ہے ؎

آں ترحما کہ خلق از وے بدید
کس ندیدہ در جہاں از مادرے

کہ وہ رحمتیں جو مخلوقِ خدا نے آپؐ سے دیکھیں کسی نے ماں سے بھی نہ دیکھی ہوں گی۔

سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی تیسری صفت الرحیم بیان ہوئی ہے اور آنحضرتؐ کو بھی بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کے عظیم لقب سے قرآن شریف میں یاد کیا گیا ہے۔ رحیم کا مطلب ہے محنت کا پھل دینے والا۔ اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت خاص طور پر مومنوں سے ہی تعلق رکھتی ہے کہ انہوں نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو ان قربانیوں کے بدلے آنحضرتؐ کے ذریعے انعام عطا کیئے۔

حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے ایمان لائے تو صدیق ٹھہرے اور اسلام کے پہلے خلیفہ ہوئے۔

حضرت عمرؓ کو قبولِ اسلام کے بعد خدماتِ جلیلہ کی توفیق ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے آپ کو ایسی شان و شوکت اور سطوت حاصل ہوئی کہ قیصر و کسریٰ آپ کی ہیبت سے کانپتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا حال کسے معلوم نہیں جو ہمارے رسول اللہؐ کی باتیں سننے کی خاطر کسی لحظہ بھی مسجدِ نبوی سے جدا نہ ہوتے تھے اور فاقوں کی نوبت آجاتی مگر آپ کے عزم میں فرق نہ آتا۔

بعد میں حضرت عمرؓ کے زمانے میں آپ یمن کے گورنر بنے اور کسریٰ کے شاہی رومال میں تھوک کر کہتے تھے واہ واہ ابوہریرہ تیری کیا شان ہے۔ ایک وقت تھا کہ لوگ تجھے فاقوں سے بے ہوش ہو جانے کو مرگی کا دورہ سمجھ کر مارا کرتے تھے اور آج تم شاہی رومال میں تھوک رہے ہو۔

چوتھی صفت مالکِ یوم الدین ہے۔ ہمارے آقاؐ اس صفت کے بھی مظہر بنے۔ جب مکہ فتح ہوا تو وہ دن بلاشبہ ان مکہ کے کافروں کے لیئے جزا و سزا کا دن تھا۔ سب کی گردنیں آپؐ کے آگے جھکی ہوئی تھیں۔ اگر آپ چاہتے تو ان دشمنوں کے خون سے مکہ کی گلیوں میں ندیاں بہا سکتے تھے۔ اگر چاہتے تو ان کی کھوپڑیوں سے محل تیار کرا سکتے تھے۔ لیکن یہاں آپؐ کی مالکیت کی صفت جلوہ گر ہوئی اور آپؐ کے مبارک ہونٹوں سے جانی دشمنوں کے لیئے

(باقی صفحہ ۴۳ پر)

ملاقات

ذاتی تجربوں اور مشاہدوں کے شاعر

اکبر حمیدی کے ساتھ دو نشستیں

نمائندہ خصوصی

مقبول صاحب طرز شاعر اکبر حمیدی کے تیسرے مجموعۂ کلام "تلوار اس کے ہاتھ" کی تعارفی تقریب ۲۸ دسمبر ۱۹۸۷ء کو سرائے خدمت ربوہ میں ۴ بجے سہ پہر منعقد ہوئی۔ جس کا اہتمام مجلس سلطان القلم نے کیا تھا۔ اس تقریب کے آرگنائزر جناب ڈاکٹر ناصر احمد پرویز پرواڑی تھے اور اس کی صدارت جناب ڈاکٹر وزیر آغا نے کی۔

اس خوبصورت تقریب کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایک دلکش نعت پڑھی گئی۔ بعد ازاں حیدر قریشی صاحب اور جناب پرواڑی صاحب نے اکبر حمیدی کی شاعری کے متعلق مضامین پیش کیے ــــ ڈاکٹر وزیر آغا نے صدارتی خطاب میں اکبر حمیدی کی شاعری اور خیالات کو سراہا۔ انہوں نے کہا کہ انہیں ایک عرصہ بعد ربوہ میں آنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور اس تقریب میں شامل ہو کر وہ بہت مسرت محسوس کر رہے ہیں۔ اس کے بعد اکبر حمیدی نے اپنا تازہ کلام سنایا اور حاضرین سے بہت داد وصول کی۔ آخر پر مہمانوں کی چائے وغیرہ سے تواضع کی گئی۔

اس تقریب میں ربوہ کے کثیر علم دوست احباب، شعراء اور دیگر اہلِ ذوق نے شرکت کی۔

رات کو ادارہ "خالد" نے جناب اکبر حمیدی سے ان کی رہائش گاہ پر ملاقات کی اور ان کی ذاتی زندگی اور شاعری کے حوالے سے اُن سے تفصیلی گفتگو ہوئی جس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ذاتی حالات

اکبر حمیدی ۱۹۳۶ء میں فیروز والہ ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ پہلے گاؤں اور پھر اسلامیہ کالج گوجرانوالہ میں زیرِ تعلیم رہے۔ بی اے کی تکمیل سے پہلے ہی بوجوہ انہوں نے سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ اور پھر پرائیویٹ طور پر تعلیم مکمل کی۔ چنانچہ اب وہ بی اے۔ فاضل اردو۔ ایم اے اردو۔ اور ایم اے پنجابی ہیں۔

ان کی پہلی نظم کراچی کے نیم ادبی اور سیاسی جریدہ "نقاد" میں ۱۹۵۳ء کے لگ بھگ شائع ہوئی۔ اب تک ان کے ۳ مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

۱۔ لہو کی آگ ــــــ ۱۹۷۰ء

۲۔ آشوبِ صدا ــــــ ۱۹۷۷ء

۳۔ تلوار اس کے ہاتھ ــــــ ۱۹۸۶ء

نثر انہوں نے نثر کی طرف بھی توجہ کی اور بڑے کامیاب رہے ہیں۔ ان کے انشائیوں کا مجموعہ "جزیرے کا سفر" ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا جس نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔ اسے ۱۹۸۵ء کی بہترین ادبی کتب میں شامل کیا گیا ہے۔

ریڈیو پاکستان کی ورلڈ سروس سے ان کے ریڈیو کالم بھی نشر ہوتے رہے۔ جن کا مجموعہ ریڈیو کالم کے نام سے ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔

اکبر حمیدی اِس وقت اسلام آباد کالج فار بوائز کے پروفیسر اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے ٹیوٹر ہیں۔ ان کی علمی و ادبی سرگرمیاں بہت وسیع ہیں۔ بہت سی علمی و ادبی تنظیموں کے ممبر ہیں۔ اسلام آباد میں حلقۂ اربابِ ذوق کے سیکرٹری بھی منتخب ہوئے۔

اپنے مجموعۂ کلام کی تقریبِ رونمائی میں انہوں نے جو تازہ کلام سُنایا تھا وہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

اکبر حمیدی کی غزلیں

○

ہوا پر ابر کی بارات آئی — خدا کا شکر ہے برسات آئی
بہت کانٹوں بھری راتوں سے گزرے — تو اک پھولوں سے روشن رات آئی
ستارہ شام کا دیکھوں تو سوچوں — ترا پیغام لے کر رات آئی
کہاں ہارا ہوں میں چاہت کی بازی — ترے خوابوں کی دولت ہاتھ آئی
وہی ہیں جاں نثاری کے مواقع — وہی خوش بختیٔ حالات آئی
کسی بھی سمت کو نکلے ہیں اکبرؔ — ہماری خوش نگاہی ساتھ آئی

○

بسائیں دل میں نہ اسکے زبان دے کر بھی — رہا مکان سے باہر مکان لے کر بھی
ہمارے پاؤں تلے کی زمین چاہتا ہے — وہ اپنے پاؤں تلے آسمان لے کر بھی

وہ یوں ہی عشوہ و ناز و ادا دکھائے گا　　ہمارے آپ سے لوگوں کی جان لے کر بھی
مَیں اس کو جیت کے لے جاؤں گا سو مُہر سے　　کبھی مَیں آؤں گا تیر و کمان لے کر بھی
اسی شکستہ قلم کی زباں میں لکھوں گا　　وہ آزمائے مجھے امتحان لے کر بھی
رواں دواں ہے ازل سے زمین کی کشتی　　فلک کا ٹوٹا ہُوا بادبان لے کر بھی
خلوصِ درد کی دولت نہ یوں ملے گی اسے　　وہ دیکھ لے میرا طرزِ بیان لے کر بھی
مجھے عزیز ہے جیسا بھی ہے وطن اکبرؔ　　یہ خارزار نہ دوں گلستان لے کر بھی

ہُوا سے ابر کو زنجیر کرنا　　ہمارے خواب بھی تحریر کرنا
ہمارے خون کی سُرخی لگا کر　　تم اپنے حُسن کی تشہیر کرنا
ثواب ٹھہرا یہی دستورِ گلشن　　گلوں کو اور بے توقیر کرنا
یہاں موسم ابھی اچھا نہیں ہے　　ابھی کچھ اور بھی تاخیر کرنا
بہت سچے سہی جذبات پھر بھی　　جہاں تک ہو سکے تدبیر کرنا
بہت دن ہیں ابھی جلسے میں اکبرؔ　　ابھی آئینے میں تقریر کرنا

مانا کہ کوئی معنیٔ گفتار نہیں ہے　　ہر بات مگر لائقِ اظہار نہیں ہے
ہم جانتے ہیں آپ کی رفتار کا انداز　　یہ وقت کی ہے آپ کی رفتار نہیں ہے
کیا رُکیے کہاں چلیے کہ اس شہر میں ہر گام　　دیوار ہے اور سایۂ دیوار نہیں ہے
دولت کا نہیں دل کا یہاں چلتا ہے سِکّہ　　یہ کوچۂ دلدار ہے بازار نہیں ہے
معیار وہی ہے جسے معیار بنا لو　　ویسے تو یہاں کوئی بھی معیار نہیں ہے
ہم جنسِ ہُنر کو کبھی ارزاں نہ کریں گے　　پھر کیا ہے اگر کوئی طلبگار نہیں ہے
اکبرؔ غم و آلام سے مشروط ہیں خوشیاں　　دنیا میں کہیں گلشنِ بے خار نہیں ہے

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ایک اور نشان

دفتر خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کی نئی عمارت کا افتتاح

۲۱ر فروری ۱۹۸۸ء کو دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کا افتتاح عمل میں آیا۔ یہ تقریب اسی دفتر کے کمیٹی روم میں پونے پانچ بجے شام شروع ہوئی۔ جس کے مہمان خصوصی حضرت مولوی محمد حسین صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تھے۔

تلاوت کے بعد مکرم راجہ منیر احمد صاحب نائب مہتمم مقامی نے حاضرین کو اس عمارت کے کوائف سے مطلع کیا۔ حضرت مولوی صاحب نے اس دفتر کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کرائی۔ جس کے بعد حاضرین میں شیرینی تقسیم کی گئی۔

اس تقریب میں محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، خدام الاحمدیہ کے پہلے صدر مولانا قمرالدین صاحب، خدام الاحمدیہ کے سابق عہدیداران، مجلس عاملہ مرکزیہ و مقامی اور بیرون ربوہ سے تشریف لائے ہوئے کئی معزز مہمانوں نے شرکت کی۔

یہ دفتر دارالصدر جنوبی میں دفتر جلسہ سالانہ اور دفتر انصاراللہ مقامی کے درمیان گولبازار کے عقب میں اور کوارٹرز تحریک جدید کی مشرقی سمت برلب سڑک تعمیر کیا گیا ہے۔ اس میں ۳ کمرے برائے دفاتر، ایک کمیٹی روم اور ایک کچن ہے۔ ایک کمرہ اطفال کے دفتر کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

دفتر مقامی کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ قیام ربوہ کے کچھ عرصہ بعد گولبازار البیت المہدی کے احاطہ میں ایک مٹی کے بنے ہوئے خستہ حال کمرہ میں باقاعدہ دفتر کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ مگر اُس وقت کے عہدیداران نے وسائل کی کمی اور دفتر کی عمارت کے ناکافی ہونے کے باوجود بڑے استقلال کے ساتھ کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں اُن کی کوششوں کو کئی پہلوؤں سے ثمرآور فرمایا وہاں اس جگہ پر جہاں یہ جدید عمارت تعمیر ہوئی ہے اُنہیں ایک پختہ کمرہ برائے دفتر تعمیر کرنے کی توفیق ملی۔ مگر حلقہ کی وسعت اور کام کی زیادتی کی بنا پر یہ کمرہ بھی ناکافی تھا۔ چنانچہ آج سے تقریباً ۱۲ سال قبل جب موجودہ صدر صاحب خدام الاحمدیہ مرکزیہ مہتمم مقامی کے عہدہ پر فائز تھے، دفتر کے دو کمروں اور ایک برآمدہ پر مشتمل عمارت کی تعمیر کی گئی۔ اس وقت کے حالات اور ۱۹۷۴ء کے واقعات کے بعد یہ مختصر سی عمارت خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑا عطیہ سمجھی گئی۔ مگر خدا تعالیٰ کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں ہے وہ اس سلسلہ کی ضروریات کا خود متکفل ہے جسکی بنیادی اینٹ اس نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے۔

۱۹۸۴ء میں ایک نئے دورِ ابتلاء کا آغاز ہوا۔ چنانچہ اپنی سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہلے سے بڑھ کر جماعت کو اپنے فضلوں کا مورد بنایا۔ الٰہی افضال کا ایک نمونہ اس وقت دفتر کی یہ جدید عمارت ہے۔ جس کی تعمیر

ممالکِ عالم

سری لنکا

(مکرم مسعود احمد صاحب شاہد مربی سلسلہ احمدیہ)

سری لنکا پالی زبان کا لفظ ہے اور یہ نام دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ سری کے معنے راجا اور لنکا کے معنی جزیرہ کے ہیں۔ یعنی راجا کا جزیرہ۔ سری لنکا جسے سیلون کا نام بھی دیا گیا تھا، بحرِ ہند میں ایک موٹے آنسو کی طرح کا جزیرہ ہے۔ یہ ملک ہندوستان کے جنوب میں واقع ہے۔ جس کی لمبائی شمالاً جنوباً ۲۷۰ میل اور چوڑائی زیادہ سے زیادہ ۱۴۰ میل ہے۔ اس کا رقبہ ۲۵۲۰۰ مربع میل ہے۔ اس کی آبادی ڈیڑھ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اس کا دارالحکومت کولمبو (COLOMBO) ہے۔

اس ملک میں دو بڑی قومیں آباد ہیں۔ ایک ڈراویڈین (DRAVIDIAN) جن کی زبان تامل ہے اور ان کی آبادی ۲۰ فیصد ہے اور دوسری آرین ہے جن کی زبان سنہالی ہے۔ ان کے علاوہ یہاں پر وہ مسلمان بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں جو نسلاً عرب تھے اور یہاں آکر آباد ہو گئے۔ جن کی تعداد میں بعد ازاں مقامی نو مسلموں اور جنوبی ہند کے مسلمانوں کی آمد سے اضافہ ہو گیا۔

نامور انگریز ادیب DR. ALEXANDAR JOHNSTON کی رائے کے مطابق دوسری صدی ہجری (آٹھویں صدی عیسوی) کے اوائل کا واقعہ ہے کہ مسلمان سری لنکا میں آئے۔ بعض بیانات کی رُو سے یہ بنو ہاشم تھے جو خلیفہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں ترکِ وطن کرکے یہاں پہنچے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محمد بن قاسم کے حملہ سندھ کے پیچھے بھی ان ہی لوگوں کی دادرسی کا جذبہ کارفرما تھا۔

سیلون کے مسلمانوں کی سیاسی حیثیت پہلی مرتبہ ۱۸۸۹ء میں تسلیم کی گئی جب ان کے لیے قانون ساز کونسل میں ایک نامزد نشست مخصوص کی گئی۔ زیادہ تر مسلمانوں کی زبان تامل ہے اور ان کی آبادی ۸ فیصد ہے۔ ملک میں بڑی اکثریت بدھ مت کے پیروکاروں کی ہے۔

سری لنکا کا موسم گرم مرطوب ہے۔ یہ ملک عجیب تضادات کا مجموعہ ہے۔ ایک طرف گرم ہوائیں اور ساحل کی دیہاتی زندگی کی گہما گہمی ہے تو دوسری طرف سبز نشیبی علاقے، گہری وادیاں اور بلند و بالا پہاڑ، شمال کے خشک میدان اور گھنے جنگلات ہیں جنہوں نے اس ملک کا ۱/۴ حصہ گھیرا ہوا ہے۔ نوریلیا (NUWARA ELIYA) اور کینڈی (KANDY) یہاں کے خوبصورت پہاڑی مقامات ہیں۔ جہاں پھولوں سے بھری وادیاں رنگ بکھیر رہی ہیں، تالاب اور جھیلیں کنول کے پھولوں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ اور خوبصورت باغات اس کا سرمایہ ہیں۔ یہ ملک اپنی خوبصورتی اور دلکش مناظر کی وجہ سے دنیا کی جنت کہلاتا ہے۔

سری لنکا کے لوگ بے حد خوش مزاج، ہنس مکھ اور مہمان نواز ہیں۔ دوسرے ملکوں کے لوگوں سے مل کر بے حد

خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ملک کے لوگ تعلیم یافتہ، خوشحال اور متمول ہیں۔ سارے ملک میں تعلیم لازمی اور مفت ہے حکومت تعلیم اور صحت کے لیئے اپنے سالانہ بجٹ میں سے نصف آمدنی خرچ کرتی ہے۔ ملک میں نو یونیورسٹیاں اور بے شمار سکول اور کالج ہیں۔ بہت سے غیر ملکی طلباء یہاں پر تعلیم کے حصول کیلئے آتے ہیں۔

ملک میں تین کثرت سے بولی جانے والی زبانیں سنہالی، تامل اور انگریزی ہیں۔ یہاں کی سرکاری زبان سنہالی ہے۔ پہلے انگلش دفتری زبان تھی۔

سمندر، دریاؤں اور ہرے بھرے درختوں کی وجہ سے ملک خاص خوبصورتی کا مرقع اور سیاحوں کا مرجع ہونے کے ساتھ ساتھ بعض اور بھی عجوبے پیش کرتا ہے۔ مثلاً سری لنکا کے ایک شہر انورادھ پورہ (ANURADA PURA) میں ایک ۲۰۰۰ سال پرانا درخت ہے جس کے چاروں طرف سونے کی دیواریں بنا رکھی ہیں اور بدھ مت کے پیروکار اسے مقدس سمجھتے ہوئے اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک پہاڑی پر حضرت آدمؑ کے پاؤں کا نشان بیان کیا جاتا ہے۔

اسی طرح کیلنیا کے شہر میں سات کنوئیں ایک ہی جگہ پائے جاتے ہیں جن میں سے تین کا پانی گرم اور تین کا ٹھنڈا اور ایک کا معتدل ہے۔ یہ دنیا کے آٹھ عجوبوں میں سے ایک ہے۔

وائٹ کوبرا جو کہ دنیا میں صرف ایک ہی سانپ ہے جس کی لمبائی تین فٹ ہے سری لنکا کے سب سے بڑے چڑیا گھر دہی والا (DEHI WELA) میں رکھا ہوا ہے۔

ایک پھول آرکڈ (ORCHIDS) جو صرف سری لنکا میں پایا جاتا ہے اپنی خوبصورتی، لطافت اور خوشبو کے لحاظ سے منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

سری لنکا میں احمدیت کا پیغام سیدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے عہدِ مبارک میں ہی پہنچ گیا تھا تاہم ۱۹۱۵ء میں جب حضرت صوفی غلام محمد صاحب بی اے ماریشس جاتے ہوئے سری لنکا میں ٹھہرے تو آپ کے اس مختصر قیام کے دوران آپ کی کوششوں سے کولمبو میں ایک مختصر جماعت کا قیام عمل میں آیا جہاں مکرم اے پی ابراہیم صاحب، مولانا محمد عبد اللہ صاحب مالاباری، حضرت ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب سابق مہر سنگھ، حضرت مفتی محمد صادق صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے دینی خدمات کا موقع دیا۔

تحریکِ جدید کے تحت کولمبو مشن کا باقاعدہ طور پر جولائی ۱۹۵۱ء میں مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منیرؔ کے ذریعہ آغاز ہوا۔ بعد ازاں مختلف اوقات میں مکرم مولوی محمد عمر صاحب (مدراس)، مولوی محمد سعید صاحب انصاری، مولوی محمد بشیر صاحب شادؔ جماعت کی تربیتی و تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کے لیئے تشریف لے جاتے رہے۔

اس ملک میں مشن قائم ہونے کے بعد ایک مرتبہ سیدنا حضرت مصلح موعود کو خواب میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ سنہالی (SINHALESE) میں لٹریچر شائع کرنے کا انتظام ہونا چاہیئے۔ اس وقت سیلون کے عوام کے لیئے اس زبان کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی لیکن بعد میں گورنمنٹ نے انتظامی لحاظ سے پہلے قدم کے طور پر سنہالی زبان کو سرکاری زبان بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس مشن نے اس زبان میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی کتاب "اسلامی اصول کی فلاسفی" کا ترجمہ شائع کیا۔

دل پاک کر دے میرا دنیا کی چاہتوں سے
سبلوحیت سے حصہ سبحان مجھ کو دے دے
(کلامِ محمود)

سائنس کارنر

اگر ذرّے کا دل چیریں

مکرم محمود احمد صاحب اشرف

سائنس نے جتنا علم ہمیں دیا ہے اُس سے بہت زیادہ سائنس کے ذریعے ہمیں یہ احساس ہوا ہے کہ ہم بہت کم جانتے ہیں۔ ایٹم سے لے کر کہکشاں تک کے سفر میں قدم قدم پر ہمیں پہلا احساس کائنات کی وسعتوں کا اور پھر اپنی کم علمی کا ہوتا ہے لیکن ایک اَور غالب احساس وحدت کا ہے۔ انسان کے لیئے یہ بات ایک عجیب قسم کا اطمینان پیدا کرتی ہے کہ ایٹم سے لے کر کہکشاں تک ایک ہی قسم کے قوانین اور چند قوتیں کارفرما ہیں۔

ایٹم کے تصور کی ابتدا اس جستجو کے نتیجہ میں ہوئی کہ اگر ہم کسی چیز کو تقسیم کرتے ہی چلے جائیں تو بالآخر کیا حاصل ہوگا۔ یونانیوں نے ایک آخری ناقابلِ تقسیم ذرہ فرض کر کے اُسے ایٹم کا نام دے دیا۔ ایٹم کے معنی ناقابلِ تقسیم کے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ ہر مادی چیز ایٹموں سے مل کر بنی ہے۔ یہاں تک کہ خوشبو بھی ایٹموں سے مل کر بنتی ہے۔ بلکہ یونانیوں نے تو یہاں تک کہہ ڈالا کہ رُوح بھی دراصل بہت اعلیٰ درجہ کے ایٹموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اب جدید سائنس نے بہت سے مراحل سے گزرنے کے بعد ایٹم کے بہت سے راز ہم پر منکشف کر دیئے ہیں۔

مادے کی اکائی ایٹم ہے۔ یعنی دنیا میں ہر مادی چیز ایٹموں سے مل کر بنی ہے۔ ایک قسم کے ایٹم مل کر ایک عنصر بناتے ہیں۔ مثلاً لوہے کے سارے ایٹم ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں اس لیئے لوہا ایک عنصر ہے۔ اسی طرح سونا، چاندی، آکسیجن، ہائیڈروجن وغیرہ سب عناصر ہیں۔ اگر آپ کسی عنصر کو تقسیم کرتے چلے جائیں مثلاً لوہے کو تقسیم کرتے چلے جائیں تو وہ لوہا ہی رہے گا یہاں تک کہ آپ لوہے کی اکائی یعنی لوہے کا مخصوص ایٹم حاصل کر لیں گے۔ عناصر مل کر مرکبات بناتے ہیں اور مرکبات کو ہم عناصر کے برعکس کیمیائی طریقوں سے اُن کے سادہ اجزاء میں تقسیم کر سکتے ہیں یعنی جن عناصر کا وہ مجموعہ ہیں اُنہیں الگ الگ کر سکتے ہیں۔ عناصر کی مجموعی تعداد ۱۰۷ ہے۔ ان میں سے ۹۰ قدرتی طور پر پائے جاتے ہیں اور باقی مصنوعی طور پر تیار کیئے گئے ہیں۔

ایٹم کی اندرونی ساخت جاننے سے پہلے یہ جان لینا چاہیئے کہ ایٹم کا حجم کتنا ہوتا ہے۔ ایٹم ایک ناقابلِ تصوّر حد تک چھوٹا ذرہ ہے۔ اگر ایک کامن پن کا سر خوردبین کے ذریعے اتنا بڑا کر کے دیکھا جاسکے جتنی ہماری زمین ہے تو اُس میں ایک ایٹم ایک آدمی جتنا بڑا نظر آئے گا۔ اسی طرح ایک درمیانی قسم کا کاغذ مثلاً اسی رسالے کا کاغذ قریباً دس لاکھ ایٹم موٹا ہے۔ یعنی اگر ایک ایٹم پر دوسرا ایٹم رکھا جائے تو دس لاکھ ایٹم مل کر اس کاغذ کی موٹائی کو ظاہر کریں گے۔ اب آپ یہ تصور کر سکتے ہیں کہ اس سارے صفحے میں کل کتنے ایٹم ہوں گے۔ اکیلے ایٹم کو کسی طاقتور ترین خوردبین

کے ذریعے بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ ایٹم کی اندرونی ساخت کا نقشہ انسان نے اپنی قوتِ تخیّل کی مدد سے بنایا ہے۔ مگر تخیّل کی بنیاد مکمل طور پر تجربات پر ہے۔

اسی ناقابلِ تصور حد تک چھوٹے ذرّے میں ایک دُنیا آباد ہے ـــــ ایسی دُنیا جس کی بنیاد قوانین پر ہے، ایسی دُنیا جو متحرک ہے۔ اور یہ دُنیا رنگ و روشنی کی دُنیا ہے جس کا سفر انسان کو حیرت میں ڈال کر اضطراب کی طرف لے جاتا ہے۔ ہم بتا چکے ہیں کہ ایٹم کتنا چھوٹا ذرہ ہے، اِس چھوٹے سے ذرّے میں تیس سے زائد ذرات دریافت ہو چکے ہیں لیکن بنیادی طور پر ایٹم تین اہم ذرات پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ تین ذرات پروٹان، نیوٹران اور الیکٹران ہیں۔ پروٹان اور نیوٹران ایٹم کے نیوکلیئس یعنی مرکز میں اکٹھے موجود ہوتے ہیں جبکہ الیکٹرانز اس نیوکلیئس کے گرد تیزی کے ساتھ گردش کرتے ہیں۔ یہ سارا نظام ایک چھوٹا سا نظامِ شمسی ہے جس میں نیوکلیئس سورج کی طرح ہے اور الیکٹرونز سیاروں کی طرح اس کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ الیکٹرونز نہ صرف نیوکلیئس کے گرد چکر لگاتے ہیں بلکہ سیاروں کی طرح خود اپنے مدار پہ بھی گھومتے ہیں۔

مختلف عناصر کے ایٹموں میں الیکٹرونز کی تعداد مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً ہائیڈروجن کے ایٹم میں ایک الیکٹرون، ہیلیم میں دو۔ اور اسی طرح ایک ایک الیکٹرون کی زیادتی سے ایک نیا عنصر بنتا چلا جاتا ہے۔ گویا عناصر کا باہمی فرق دراصل ان کے الیکٹرونز کی تعداد کا فرق ہے۔ مثلاً لوہے اور چاندی کے خواص میں جو فرق ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ لوہے کے ایک ایٹم میں ۲۶ الیکٹران اور چاندی کے ایک ایٹم میں ۴۵ الیکٹران ہوتے ہیں۔ اتنے زیادہ الیکٹران اتنے چھوٹے سے ذرّے میں کس طرح گردش کرتے ہیں، وہ آپس میں ٹکرا کیوں نہیں جاتے؟ اِس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ الیکٹرونز اور نیوکلیئس کے درمیان ایٹم کا اکثر حصّہ خالی ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر الیکٹران کی گردش کے لیئے راستہ مقرر ہے اور اس راستے کو مدار کہتے ہیں۔ اور ایک مدار میں زیادہ سے زیادہ دو الیکٹران گردش کر سکتے ہیں الیکٹران کو اگر ایٹم میں رہنا ہے تو پھر اُسے اِن قوانین کی پابندی کرنی پڑے گی۔ البتہ اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ الیکٹران کسی وجہ سے جوش میں آجاتا ہے اِس صورت میں اُسے یا تو اپنا مدار بدلنا ہوتا ہے یا پھر ایٹم کو ہی چھوڑنا پڑتا ہے۔ اس کی تفصیل ہم آگے پڑھیں گے ـــــ یہاں سوال یہ ہے کہ اتنے سخت قوانین کے باوجود الیکٹران آخر کس خوشی میں نیوکلیئس کا طواف کرتا ہے ـــــ اِس کی وجہ یہ ہے کہ الیکٹران پر منفی اور نیوکلیئس پر مثبت چارج ہوتا ہے۔ چارج کے سلسلے میں یہ بات یاد رکھیئے کہ دو مخالف چارج ایک دوسرے کو کشش کرتے ہیں جبکہ ایک جیسے دو چارج ایک دوسرے کو دُور کرتے ہیں۔ پس اسی لیئے منفی چارج والے الیکٹرانز مثبت چارج والے نیوکلیئس کے گرد گردش کرتے رہتے ہیں۔ الیکٹران اور نیوکلیئس کے درمیان جو قوت کام کر رہی ہوتی ہے اس کو الیکٹریکل فورس کہتے ہیں۔ اور یہ قوت کائنات کی تین بنیادی قوتوں میں سے ایک ہے۔

الیکٹران کے اِس مختصر تعارف کے بعد آئیے نیوکلیئس کے اندر چلیں۔ نیوکلیئس میں پروٹان اور نیوٹران اکٹھے موجود ہوتے ہیں۔ یہ دونوں بظاہر ایک ہی جگہ پڑے ہونے کے باوجود گردش کرتے رہتے ہیں اور ان کی گردش کے بھی باقاعدہ مدار مقرر ہیں۔ لیکن چونکہ ان کے مدار بہت تنگ ہوتے ہیں اس لیئے نیوکلیئس بظاہر ایک لرزتے ہوئے چھوٹے سے قطرے کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ نیوٹران اور

پروٹان تقریباً ہموزن ہوتے ہیں لیکن الیکٹران کی نسبت ایک نیوٹران یا پروٹان تقریباً ۲۰۰۰ گنا بھاری ہوتے ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ پروٹان پر مثبت چارج ہوتا ہے اور نیوٹران پر کوئی چارج نہیں ہوتا پس نیوکلیئس کا مثبت چارج دراصل پروٹانز کا ہی مثبت چارج ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں پروٹانز ہی الیکٹرانز کو ایٹم سے وابستہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہر الیکٹران کے مقابل پر نیوکلیئس میں ایک پروٹان کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ گویا ایٹم میں نارمل حالت میں جتنے الیکٹرونز ہوتے ہیں اتنے ہی پروٹانز نیوکلیئس میں موجود ہوتے ہیں۔ چونکہ اِن دونوں ذرات کی تعداد برابر اور چارج مخالف ہوتا ہے اس لئے ایٹم بحیثیت مجموعی عام حالت میں ایک ایسا ذرّہ ہے جس پر کوئی چارج نہیں ہوتا۔ ایٹم میں الیکٹرونز یا پروٹانز کی تعداد کو ایٹمی نمبر کہتے ہیں ۔ مثلاً ہائیڈروجن کا ایٹمی نمبر ۱ ہے اور ہیلیم کا نمبر ۲ ہے۔

الیکٹرونز اور پروٹانز تو باہمی کشش کی وجہ سے ایٹم میں مکین ہوتے ہیں لیکن نیوٹرانز کا ایٹم میں کیا کردار ہے؟ اس سلسلے میں سائنس ابھی تک ہمیں بہت کم معلومات دے سکی ہے۔ تاہم سائنس دان کہتے ہیں کہ نیوٹرانز کا کردار ایٹم میں کچھ اسی طرح کا ہے جیسے نمک کا سالن میں ہوتا ہے۔ ایک عمدہ نیوکلیئس کے لئے نیوٹرانز کی صحیح تعداد کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً لوہے کے ایٹم میں ۳۰ نیوٹرانز ہونے چاہئیں۔ چاندی میں ۶۱ ہونے چاہئیں۔ اگر ہم مصنوعی طور پر نیوٹرانز کی تعداد میں کمی بیشی کر دیں تو ایٹم کا رویّہ بڑا جارحانہ قسم کا ہو جاتا ہے۔ ایٹم سخت مضطرب اور غیر قیام پذیر (UNSTABLE) ہو جاتا ہے اور بعض قسم کی شعاعیں مثلاً تابکاری شعاعیں اور الیکٹرونز خارج کرنے لگتا ہے۔ لیکن ایٹم کا یہ ردعمل مستقل نہیں ہوتا بلکہ شعاعوں کے اخراج کے دوران نیوکلیئس اس بات کا اہل ہو جاتا ہے کہ وہ کسی ایک نیوٹران کو پروٹان میں یا پروٹان کو نیوٹران میں تبدیل کر دے تاکہ دونوں کی تعداد میں جو صحیح نسبت ہے وہ حاصل کرلے۔ نیوکلیئس میں اس تبدیلی کا اثر لازمی طور پر الیکٹرونز پر پڑتا ہے اور وہ بھی کم و بیش ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ ہنگامہ آرائی ختم ہوتی ہے تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ ایٹم کسی اَور عنصر کا ایٹم بن چکا ہے۔ مثلاً اگر سوڈیم کے نیوکلیئس میں ایک نیوٹران داخل کر دیا جائے تو وہ تابکاری شعاعیں خارج کرنے کے بعد میگنیشیم کا نیوکلیئس بن جاتا ہے ــــ

پروٹانز اور نیوٹرانز کو جو قوت یکجا رکھتی ہے اس کو نیوکلیئر قوت کہتے ہیں۔ اور یہ قوت بھی کائنات کی تین بنیادی قوتوں میں سے ایک ہے۔ نیوکلیئر فورس، الیکٹریکل فورس کی نسبت بہت زیادہ ہوتی ہے ۔ لیکن نیوکلیئر فورس کا حلقۂ اثر بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ یعنی یہ فورس صرف اُسی وقت عمل کر سکتی ہے جب پروٹان اور نیوٹران بالکل قریب ہوں ــــ یہاں ضمنی طور پر ہم یہ بتا دیں کہ تیسری بنیادی قوت کششِ ثقل کی قوت ہے جو سیاروں اور ستاروں کا باہمی ربط قائم رکھے ہوئے ہے۔

ایٹم سے روشنی کا اخراج :-

ہم نے ابھی پڑھا کہ نیوکلیئس کے گرد الیکٹرونز اپنے اپنے مدار میں چکر لگا رہے ہوتے ہیں۔ ہر الیکٹران کو اُسکی توانائی کی مقدار کے لحاظ سے مدار ملتا ہے۔ اگر الیکٹران کی توانائی کم ہے تو وہ نیوکلیئس کے قریب تر مدار میں ہوگا اگر زیادہ ہے تو نیوکلیئس سے دُور تر ہوگا۔ لیکن الیکٹرونز کی توانائی اپنے ہمسایہ ایٹم اور اس کے الیکٹرونز کے اثرات کی وجہ سے بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔ جب کسی الیکٹرون کی

توانائی میں کمی بیشی ہوتی ہے تو اس کے مطابق وہ اپنا مدار بدل لیتا ہے۔ مثلاً ایک الیکٹرون کی توانائی جب زیادہ ہو جاتی ہے تو وہ فوری طور پر زیادہ توانائی والے مدار میں جو نیوکلیئس سے دُور تر ہے چھلانگ لگا دیتا ہے لیکن یہ حالت بالکل عارضی ہوتی ہے۔ الیکٹرون کو اپنے اصل مدار میں واپس آنا ہوتا ہے۔ چنانچہ جب وہ واپس آتا ہے تو جو توانائی جذب کرکے وہ باہر گیا ہوتا ہے واپس آنے پر وہی توانائی فوٹانز کی شکل میں خارج کر دیتا ہے۔ فوٹانز روشنی کے چھوٹے چھوٹے پیکٹ ہوتے ہیں۔ یہ اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ اس فوٹانز کو ہماری نظر بمشکل دیکھ سکتی ہے۔ الیکٹرون کا جانا اور پھر واپس آنا فوٹان کا خارج ہونا یہ سارا عمل بہت کم وقت میں ہوتا ہے۔ یعنی ایک سیکنڈ کے ایک کروڑویں حصے میں۔ اور یوں کروڑوں فوٹانز مل کر روشنی کی ایک کرن بناتے ہیں۔ فوٹانز مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں۔ اس کے رنگ کا انحصار اس بات پر ہوتا ہے کہ فوٹان کس مدار سے چھلانگ لگا کر کس مدار میں گیا ہے۔ یوں کئی فوٹانز مل کر روشنی کے سات رنگ بناتے ہیں —
الیکٹرونز فوٹانز کو صرف خارج ہی نہیں کرتے بلکہ جذب بھی کرتے ہیں۔ جب کوئی فوٹان الیکٹرون کے پاس سے گزرتا ہے تو اگر فوٹان کا رنگ الیکٹرون کے مدار سے مناسبت رکھتا ہو تو الیکٹرون اس فوٹان کو جذب کر لیتا ہے —

یہ سب باتیں جدید سائنس کی ابتدائی باتیں ہیں۔ ایٹم کے بے شمار اسرار پر سے پردہ اُٹھ چکا ہے لیکن یوں لگتا ہے کہ ابھی دریافت کا یہ سفر شروع ہی ہوا ہے اور نایافت کا ایک لامتناہی صحرا باقی ہے ؛

بقیہ - افتتاح از صفحہ ۲

کے لئے سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف پہلی عمارت سے ملحقہ جگہ عطا فرمائی بلکہ تعمیر کے لئے فنڈز جمع کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

اس دفتر کی تعمیر میں محترم سید خالد احمد شاہ صاحب مہتمم مقامی اور مکرم شیخ مبارک احمد صاحب (جن کی نگرانی میں عمارت تعمیر ہوئی) کی خدمات اور کوششیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ خدام الاحمدیہ ربوہ کے زعماء، بلاک لیڈرز اور دیگر عہدیداروں نے بھی بہت دلچسپی اور محبت کے ساتھ اس کام میں حصہ لیا۔

یاد رہے کہ اس دفتر کا سنگِ بنیاد ۱۵ ستمبر ۱۹۰۷ء کو مکرم مولوی محمد حسین صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے رکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ اس دفتر اور اس سے تعلق رکھنے والے تمام کارکنان سلسلہ کو اپنے منشاء کے مطابق دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے ؛

بقیہ - ایک تقریر از صفحہ ۲۴

یہ اعلان جاری ہوا۔ جاؤ تم سب کو معاف کیا۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں کی جائے گی۔ میرا اللہ بھی تمہیں معاف کرے جو سب سے بڑھ کر معاف کرنے والا ہے۔

بس سچ کہا تھا کہنے والے نے ؎

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دو سرا
کرے ہے روحِ قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا!

سالانہ رپورٹ صحتِ جسمانی
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

سائیکلنگ دورانِ سال مختلف مجالس نے سائیکل سفر کیے۔ ان میں لاہور کے خدام نے ایک مختصر سا ٹرپ ترتیب دیا۔ مجلس داجل کے خدام راجن پور گئے۔ دارالیمن شرقی ربوہ کے خدام گھوگھیاٹ ضلع سرگودھا گئے۔ دارالصدر جنوبی کے خدام کلرکہار، دارالصدر شرقی ربوہ کے خدام اسلام آباد، وحدت کالونی لاہور کے خدام سیالکوٹ تک اور سانگلہ ہل کے خدام لاہور تک گئے۔ اسکے علاوہ پکنک کی غرض سے کراچی، مغلپورہ لاہور، جھنگڑ حاکم والا، وحدت کالونی لاہور اور قیادت نور راولپنڈی کے خدام نے بھی سائیکلنگ کی۔

سائیکل ریس کا اہتمام کراچی اور مغلپورہ لاہور میں کیا گیا۔

ٹیبل ٹینس دورانِ سال ایوانِ محمود سپورٹس کلب کے تحت ایک ٹورنامنٹ منعقد کیا گیا۔ اس کے علاوہ کراچی میں بھی ایک ٹورنامنٹ ہوا۔

ہاکی راولپنڈی سے ایک ہاکی کلب ربوہ میچز کھیلنے کے لیے آیا اور ربوہ کی ہاکی ٹیم سے تین میچز کی سیریز کھیلی۔ یہ سیریز برابر رہی۔

کرکٹ دورانِ سال کرکٹ کے کئی ٹورنامنٹس ہوئے۔ مثلاً:-

(۱) سر ظفر اللہ خان میموریل ٹورنامنٹ ضلع تھرپارکر میں کروایا گیا۔

(۲) ضلع کراچی کی طرف سے ایک ٹورنامنٹ ہوا۔

(۳) "مفضل عمر کرکٹ ٹورنامنٹ" مجلس وحدت کالونی لاہور نے کروایا۔

اِن کے علاوہ بہت سے میچز کھیلے گئے۔ کراچی سے ایک کرکٹ ٹیم ربوہ آئی۔ پانچ روز تک مختلف کلبز سے میچ کھیلے۔ ربوہ سے ایک کرکٹ ٹیم راولپنڈی گئی۔ جہاں انہوں نے تین میچز کھیلے۔ راولپنڈی میں قیادت صدر اور قیادت نور کے مابین میچز ہوئے۔ اسی طرح گوندل فارم نے بہت سے کرکٹ میچز کھیلے۔

والی بال ربوہ میں ایک سمیشن بال والی بال ٹورنامنٹ منعقد کروایا گیا۔

بیڈمنٹن ایوانِ محمود سپورٹس کلب کے سالانہ ٹورنامنٹ کے علاوہ رحمان پورہ لاہور اور مغلپورہ لاہور میں ایک ایک ٹورنامنٹ ہوا۔

فٹ بال ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ایک فٹ بال ٹیم نے ربوہ

آکر میچ کھیلا۔ اس کے علاوہ دارالذکر لاہور، مغلپورہ لاہور، مرید کے، گوندل فارم اور لطیف آباد (حیدر آباد) نیز ربوہ میں مختلف میچز کروائے گئے۔

کبڈی مجلس مریدکے میں کبڈی کے میچز ہوئے۔ نیز تھرپارکر ضلع کی جانب سے ایک کبڈی ٹورنامنٹ منعقد کروایا گیا۔

اتھلیٹکس ربوہ میں اتھلیٹکس کے مقابلہ جات ہوئے۔ ۲۲ مارچ ۱۹۸۷ء کو لاہور میں ہونے والی MARATHONE دوڑ میں وحدت کالونی کے تین خدام نے شرکت کی۔

باڑی دورانِ سال ربوہ میں ایک باڑی ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔

میرو ڈبہ ربوہ میں میرو ڈبہ کا ایک ٹورنامنٹ ہوا۔

پکنک دورانِ سال عزیز آباد کراچی، مظفر گڑھ، دارالذکر فیصل آباد، قیادت نور راولپنڈی، وحدت کالونی لاہور اور صدر راولپنڈی کے علاوہ ربوہ کے بہت سے محلہ جات نے پکنک کے پروگرام بنائے۔

کُلوا جمیعًا کلوا جمیعًا کی رپورٹس گوندل فارم اور ڈیرہ غازیخان سے موصول ہوئیں۔

{ سید قمر سلیمان احمد
مہتمم صحت جسمانی }

بارھواں سالانہ ٹورنامنٹ ایوان محمود سپورٹس کلب

شعبہ صحت جسمانی مجلس مرکزیہ کے تحت بارھواں سالانہ ٹورنامنٹ یکم تا ۴ جنوری منعقد ہوا۔ جس میں بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس اور کیرم بورڈ کی کھیلیں شامل تھیں۔ مقابلے سینئر اور جونیئر سیکشن میں ہوئے۔ ۳۲ کھلاڑی بیرونِ ربوہ سے تشریف لائے۔

ٹورنامنٹ کا افتتاح محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے کیا۔ اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم تسلیم عشرت خان صاحب صدر ڈسٹرکٹ بیڈمنٹن ایسوسی ایشن جھنگ تھے۔ انہوں نے انعامات تقسیم کئے اور خطاب فرمایا۔

ٹورنامنٹ کے پیٹرن سید قمر سلیمان احمد صاحب مہتمم صحت جسمانی اور ٹورنامنٹ کمیٹی کے صدر مکرم سلطان احمد صاحب مبشر تھے۔ ان کے ساتھ بہت سے معاونین نے بھی نہایت عمدگی کے ساتھ انتظامات میں حصہ لیا۔

تربیت

- چک ۹۲ منشی والا ضلع شیخوپورہ۔ تربیتی کلاس ۶ نومبر ۱۹۸۷ء۔ سو فیصد خدام کی شرکت۔
- وحدت کالونی لاہور کے ۸۰ خدام نے وقفِ عارضی کے فارم پُر کر دیئے۔
- چک ۴۶ شمالی سرگودھا کی تربیتی کلاس۔ ۲۲ جنوری۔ حاضری ۱۸ خدام، ۹ اطفال، ۱۰ انصار۔
- مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے تحت پہلی سہ ماہی میں وقفِ عارضی کے ۴۰۰ فارم پُر کئے گئے۔
- ضلع اوکاڑہ کی سالانہ تربیتی کلاس بیت الذکر اوکاڑہ میں ۱۵/۱۷ مجالس سے ۲۰۰ خدام کی شرکت۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۸۷ و یکم جنوری ۱۹۸۸ء۔
- قیادت ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۱۸ دسمبر ۱۹۸۷ء کو نماز

تجدید حاضری ۳۲۔

- ضلع سکھر، شکار پور اور جیکب آباد کا ضلعی تربیتی اجلاس ۴، ۵؍ فروری ۱۹۸۸ء کو گوٹھ عنایت اللہ میں ہوا۔ ۱۰ مجالس کی مکمل نمائندگی۔ ۳۹ خدام، ۲۷؍ اطفال اور ۴؍ انصار کی شرکت۔
- دارالذکر لاہور۔ ۵۲ خدام پہلی سہ ماہی میں وقفِ عارضی میں شامل ہوئے۔
- مالو کے بھلی ضلع سیالکوٹ۔ ۱۶ تا ۳۰؍ جنوری تربیتی کلاس۔ ۱۶ خدام کی شمولیت۔
- گلبرگ لاہور۔ ۲۰؍ اکتوبر ۱۹۸۷ء کو جلسہ یوم الدین۔ ۴۰؍۳ افراد کی شرکت۔

خدمتِ خلق

- دارالذکر فیصل آباد نے غرباء کے لئے ۱۵ لحاف تیار کرائے۔ نومبر ۱۹۸۷ء۔
- مالو کے بھلی ضلع سیالکوٹ۔ ۱۰؍ دسمبر ۱۹۸۷ء کو ایک احمدی دوست کی بچی کی شادی کے انتظامات میں ۶ خدام نے مدد کی۔
- دارالذکر لاہور۔ ۵۹ خدام نے ۱۷ مستحقین کی مختلف طریقوں سے مدد کی ۱۴۰ روپے غرباء میں تقسیم کیئے ۴ ڈاکٹرز نے ۶ خدام کی مدد کے ساتھ ایک گاؤں میں فری کیمپ لگایا ۱۴۲ مریضوں کا مفت علاج۔

تربیتی جلسے

- دارالذکر فیصل آباد کے تحت مندرجہ ذیل جلسے ہوئے ہیں۔

پیپلز کالونی ۲ ؍ ۴ ؍ ۲۴؍ جنوری۔ حلقہ جھال ۲۹؍ جنوری۔

- باٹا پور لاہور۔ ۱۱؍ دسمبر ۱۹۸۷ء۔ حاضری ۱۸۔
- مالو کے بھلی ضلع سیالکوٹ۔ ۲۲؍ جنوری ۱۹۸۸ء
- دارالذکر لاہور ۴؍ فروری ۱۹۸۸ء۔ کل حاضری ۱۴۳۔

اجتماعات

- دارالذکر فیصل آباد۔ ۸؍ جنوری ۱۹۸۸۔ حاضری ۱۰۳ خدام ۱۱۶؍ اطفال ۴۴؍ انصار۔
- ضلع لاہور کی دیہاتی مجالس کا دوسرا اجتماع ۲۲؍ جنوری ۱۰ مجالس کے ۶۵ خدام اور ۳۰؍ اطفال کی شرکت۔
- ضلع بھکر۔ ۲، ۴؍ فروری ۱۹۸۸ء۔ ۱۲۰ مرد و زن کی شرکت۔
- ضلع سیالکوٹ کا اجتماع بمقام گھٹیالیاں ۴؍ فروری ۱۹۸۸ء۔ ۱۱۲ مجالس میں سے ۴۷ مجالس کے ۹۵۰ خدام و اطفال کی شرکت۔
- ضلع راجن پور ۴؍ فروری ۱۹۸۸ء ۲۳ خدام، ۱۶ اطفال، ۱۲؍ انصار اور ۱۱ مستورات کی شرکت۔

وقارِ عمل

- دارالذکر فیصل آباد کا مثالی وقارِ عمل ۲۹؍ جنوری۔ حاضری ۹۸ خدام۔ ۵۶؍ اطفال۔ ۱۵؍ انصار۔
- سانگلہ ہل۔ ۸؍ جنوری، ۱۵؍ جنوری، ۲۲؍ جنوری۔
- ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۱۸؍ دسمبر ۱۹۸۷ء
- دارالذکر لاہور۔ جنوری ۱۹۸۸ء میں ۴ اجتماعی وقارِ عمل۔

۵۴ خدام نے ۱۹ گھنٹے کام کیا ۹۴ خدام نے اپنے کپڑے دھوئے یا بوٹ پالش کیے۔

صحتِ جسمانی

- ٹاؤن شپ لاہور۔ ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۷ء کو سائیکل سفر۔ ۲۴ خدام نے ۲۱ کلومیٹر سفر کیا۔ دوستانہ میچ بھی ہوا۔
- شاہدرہ ٹاؤن لاہور ۲۵ر دسمبر ۱۹۸۷ء کو سائیکل سفر۔ ۸ خدام نے ۱۴ کلومیٹر سفر کیا۔
- صدر کراچی کے تحت ۵ر فروری ۱۹۸۸ء کو ورزشی مقابلہ جات ۲۷ خدام اور ۵ر اطفال کی شرکت۔ کرکٹ کا ایک دلچسپ میچ۔

ملتان چھاؤنی۔ دسمبر ۸۷ء

ہفتہ اصلاح وارشاد ۲۵ تا ۳۱ر دسمبر۔ ۲۰ خدام نے نماز تہجد باجماعت ادا کی۔ ۱۸ر دسمبر کو ایک مہمان کرکٹ ٹیم سے دوستانہ میچ ہوا۔ دو مجالس مذاکرہ ہوئیں۔ دو خدام نے خون کا عطیہ دیا۔

نوشہرہ چھاؤنی۔ دسمبر ۸۷ء

ایک جلسہ سیرۃ النبی۔ نماز تہجد باجماعت دو دفعہ۔ ہفتہ تربیت ۲۶ر دسمبر ۱۹۸۷ء تا یکم جنوری ۱۹۸۸ء۔ مہمانوں کو جلسہ سالانہ ۱۹۸۷ء کی وڈیو کیسٹ دکھائی گئی۔ حاضری نماز میں اوّل آنے والے طفل کو انعام دیا گیا۔

عزیز آباد کراچی۔ دسمبر ۸۷ء

اجلاساتِ عاملہ ۴۔ مقابلہ تلاوت قرآن مجید میں ۹ر۷ خدام کی شرکت۔ ۲۴، ۲۵ر دسمبر کو تربیتی جلسہ میں ۹۸ خدام، ۵۶ر اطفال اور ۱۵ر انصار کی شرکت ۱۱۰ خدام نے حضور کو دعائیہ خطوط لکھے۔ ۲۵ر دسمبر کو اجتماعی نمازِ تہجد میں ۶۴ خدام کی شمولیت ۱۷ خدام نے نفلی روزہ رکھا۔ ۲۵ تا ۳۱ر دسمبر ہفتہ تربیت ۳ خدام نے خون کا عطیہ دیا ۲۷ خدام کو مختلف صنعتی اشیاء بنانا سکھائی گئیں۔ ۱۸ر دسمبر کو اجتماعی وقارِ عمل میں ۶۲ خدام شامل ہوئے۔ عشرہ خدمتِ خلق میں احمدی گھرانوں سے ۲۲۵۰ کپڑے اور ۶۱۰ کلوگرام ردی اکٹھی کی گئی۔

اورنگی ٹاؤن کراچی۔ دسمبر ۸۷ء

عشرہ تجنید یکم تا ۱۰ر دسمبر۔ ہفتہ اصلاح وارشاد ۱۸ تا ۲۵ر دسمبر۔ عشرہ وقفِ جدید ۲۷ر نومبر تا ۶ر دسمبر۔ ہفتہ تربیت ۲۵ تا ۳۱ر دسمبر۔

کوئٹہ۔ دسمبر ۸۷ء

اجلاس عاملہ ۵۔ اجلاس عام ۲۔ ۶۰ خدام نے مریضوں کی عیادت کی۔

شاہدرہ ٹاؤن۔ جنوری ۸۸ء

تربیتی جلسے ۲۔ اجلاساتِ عام ۳۔ مجالس مذاکرہ ۳۔ نئے سال کا آغاز نمازِ تہجد سے کیا گیا۔ اجلاساتِ مجلس عاملہ ۲۔

> چاہیئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
> ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے
> (درثمین)

مضبوطی میں
بے مثال
کارکردگی میں
لاجواب
HERCULES
ہرکولیس
امپورٹڈ میٹریل سے تیار شدہ
HERCULES
میاں بھائی
۱۰ منٹگمری روڈ، لاہور۔ فون نمبر۔
223372
223373

رنگین فلموں کی ڈویلپنگ، پرنٹنگ اور فوٹوسٹیٹ
کاپی کے لیئے ہماری خدمات حاصل کریں۔
رین بو کلر سنٹر!
۱۔ دیال سنگھ مینشن
دی مال۔ لاہور
پروپرائٹر: ناصر محمود

آخری صفحہ

اطاعت

سیّدنا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ ۱۸۹۲ء میں جالندھر تشریف لے گئے تھے۔ حضور کی رہائش بالائی منزل پر تھی۔ کسی خادمہ نے گھر میں حقّہ رکھا اور چلی گئی۔ اسی دوران حقّہ گر پڑا اور بعض چیزیں آگ سے جل گئیں۔ حضور نے اس بات پر حقہ پینے والوں سے ناراضگی اور حقّہ سے نفرت کا اظہار فرمایا۔ یہ خبر نیچے احمدیوں تک پہنچی جن میں سے کئی حقّہ پیتے تھے اور اُن کے حقے بھی مکان میں موجود تھے۔ انہیں جب حضور کی ناراضگی کا علم ہوا تو سب حقہ والوں نے اپنے حقے توڑ دیئے اور حقہ پینا ترک کر دیا۔ جب عام جماعت کو بھی معلوم ہوا کہ حضور حقہ کو ناپسند فرماتے ہیں تو بہت سے باہمّت احمدیوں نے حقہ ترک کر دیا۔[1]

مرزا احمد بیگ صاحب ساہیوال روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود نے ایک دفعہ میرے ماموں مرزا غلام اللہ صاحب سے فرمایا کہ مرزا صاحب دوستوں کو حقّہ چھوڑنے کی تلقین کیا کریں۔ ماموں صاحب خود حقہ پیتے تھے۔ انہوں نے حضور سے عرض کیا بہت اچھا حضور۔

گھر آکر اپنا حقہ جو دیوار کے ساتھ کھڑا تھا اسے توڑ دیا۔ ممانی جان نے سمجھا کہ آج شاید حقہ دھوپ میں پڑا رہا ہے اس لیئے یہ فعل ناراضگی کا نتیجہ ہے۔ لیکن جب ماموں نے کسی کو کچھ بھی نہ کہا تو ممانی صاحبہ نے پوچھا آج حقے پر کیا ناراضگی آ گئی تھی؟ فرمایا مجھے حضرت صاحب نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کرنے کی تلقین کرنے کے لیئے ارشاد فرمایا ہے اور میں خود حقہ پیتا ہوں۔ اس لیئے پہلے اپنے حقے کو توڑا ہے۔

چنانچہ ماموں صاحب نے مرتے دم تک حقّے کو ہاتھ نہ لگایا اور دوسروں کو بھی حقّہ چھوڑنے کی تلقین کرتے رہے۔[2]

---

[1] رفقائے احمد جلد ۱۲/۲ از ۲ جلد دہم صفحہ ۱۵۷

[2] سوانح فضل عمر جلد ۲ صفحہ ۲۴۰

مجلس خدام الاحمدیہ کے پچاس سال پورے ہونے پر

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ کا دلکش نظّارہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے بندوں کی ایک حسین صفت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ نیکیوں کے میدان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوششیں کرتے رہتے ہیں۔ اور مسابقت کا یہ جذبہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیئے ہوتا ہے۔

چنانچہ مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد نے مجلس خدام الاحمدیہ کے پچاس سال پورے ہونے پر بعض دیگر مجالس اور افرادِ جماعت (جن کا ذکر جنوری، فروری ۱۹۸۸ء کے خالد میں آچکا ہے) کے نمونہ کے پیش نظر نیکیوں کی اس دَوڑ میں شامل ہونے کا نہایت دلکش منظر پیش کیا ہے۔ قائد مجلس خدام الاحمدیہ دارالذکر فیصل آباد مکرم وسیم احمد صاحب ناصر نے اپنی مجلس کی طرف سے اس مبارک موقع پر ۱۰۰ خالد اور ۱۰۰ تشحیذ الاذہان جاری کرنے کے لیئے عطیہ بھجوایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مکرم وسیم احمد صاحب ناصر اور انکی مجلس کے دیگر رفقاء اور عطیہ دہندگان کی اس نیکی کو اپنی جناب سے شرفِ قبولیت عطا کرے۔ اس نیکی کا اجر بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے اور دیگر مجالس کو بھی اس حسین دَوڑ میں شریک ہونے اور آگے سے آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

(مبارک احمد خالد مینیجر و پبلشر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان ربوہ)

Monthly KHALID RABWAH

Regd. No. L5830

MARCH 1988